ماہنامہ

خالد

ربوہ

جنوری ۱۹۶۷

محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر کے ساتھ ایرانی سفیر اور دوسرے سفارتی نمائندے مسجد ڈنمارک کا ماڈل ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

یہ مسجد اب خدا تعالیٰ کے فضل سے تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔

(ایڈیٹر)
محمد شفیق قیصر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اِسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

(المصلح الموعود)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

خالد

ربوہ

جلد ۱۳

شمارہ ۳

رمضان المبارک سنہ ۱۳۸۶ھ ؍ صلح ۱۳۴۶ھش

جنوری سنہ ۱۹۶۷ء

ایڈیٹر

محمد شفیق قیصر

نائب

بشیر احمد اختر

(سید عبدالباسط پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپوا کر دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ سے شائع کیا)

ترتیب

جستہ جستہ

نیا سال

آج دنیا مادی لحاظ سے اس حد تک ترقی کر چکی ہے کہ وہ کرۂ ارضی سے نکل کر عالم افلاک تک جا پہنچی ہے۔ انسان کی کمندیں چاند ستاروں تک جا پہنچی ہیں اور یہ سائنس کی بہت بڑی ترقی ہے۔ مگر یہ مادی ترقیات انسانیت کے لئے رحمت کا پیغام بننے کی بجائے تباہی و بربادی کا سامان ثابت ہو رہی ہیں اور وہ اپنے حریفوں کو شکست دینے کے لئے ایسے ایسے اسلحہ ایجاد کر رہی ہے کہ اگر اُن کے استعمال کی نوبت آگئی تو انسانیت کا ہی خاتمہ ہے۔

ایک طرف تو مادی ترقی سے سرشار اقوام کی یہ حالت ہے اور دوسری طرف وہ قوم جو ایک بلند مقصدِ حیات کی علمبردار ہے، جس نے دنیا کو ایک نئی زندگی سے ہمکنار کرنا ہے ـــــ اس کی دینی حالت کا یہ عالم ہے، کہ اسلام کا صرف نام زبانوں پر ہے دل اس سے خالی ہیں ـــــ اور وہ اس حقیقت کو بھول گئے ہیں کہ اسلام قول نہیں عمل ہے، اسلام نظریہ نہیں اخلاق ہے ـــــ اخلاق کیا ہے؟ اخلاق ایمان ہے۔ اور صاحب ایمان کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صاحبِ ایمان وہ ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرتا ہے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

اے احمدی نوجوانو! خدا تعالیٰ نے تمہیں ایک شخص کا مطیع و فرمانبردار بنایا ہے جس کے دل میں مسلمانوں اور دینِ اسلام کا درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ایک طرف اس نے ہمیں اسلام کی حقیقت سے آگاہ کیا تو دوسری طرف اپنا کامل نمونہ ہمارے سامنے رکھا ـــــ پس ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم اس عملی نمونہ کو ہمیشہ اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں ـــــ اور اپنے نیک اور پاک نمونہ سے دوسروں کے لئے بھی ہدایت کا موجب ہوں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ جس چیز کو ہم نے اپنے لئے پسند کیا ہے اُسے تمام دنیا کیلئے بھی پسند کریں اور اس غرض کے لئے مالی اور جانی قربانی کا ایسا مظاہرہ پیش کریں کہ اسلاف کی یاد تازہ ہو جائے ؎

جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سُستیاں ترک کرو طالب آرام نہ ہو!

وقت تیزی سے گزرتا جا رہا ہے اور ایک ایک لمحہ ہمیں یہ دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ تمہاری عمرِ عزیز

کا ایک اور لمحہ کم ہو گیا اور اگر اس لمحہ کو ہم نے غنیمت نہ جانا اور اس سے فائدہ نہ اُٹھایا تو یاد رکھیئے یہ بیتے ہوئے لمحات دوبارہ لوٹ کر نہیں آیا کرتے ——— ان لمحات کی قدر و قیمت کو پہچانیں۔ ان سے فائدہ اُٹھانا تو ہمارے اپنے بس میں ہے مگر انہیں لوٹانا ہمارے بس کا روگ نہیں۔

یہ سال رمضان المبارک کے بابرکت ایام میں شروع ہو رہا ہے اور یہ دن بہت ہی مبارک دن ہیں۔ یہ وہ ایام ہیں جن میں خدا تعالےٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور انہیں اپنے فضل و رحم سے نوازتا ہے۔ خدا کرے کہ ہمارا یہ سال ہمارے لئے ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہو اور ہمارا قدم ترقی کی طرف بڑھے!!

ہمارا جلسہ سالانہ

قارئین کو الفضل کے ذریعہ علم ہو چکا ہو گا کہ جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ اس مرتبہ ۲۶، ۲۷ اور ۲۸ جنوری ۱۹۶۷ء کو ربوہ میں منعقد ہو رہا ہے۔ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح نہیں خیال کرنا چاہیئے بلکہ اسے خدا تعالیٰ کا فضل اور بہت بڑا انعام سمجھنا چاہیئے کہ وہ ہر سال ہمیں ایسے ایام مہیا کرتا ہے جن سے ہم آسمانی انوار و برکات سے اپنی جھولیاں بھر لیتے ہیں۔

اس بابرکت جلسہ کا انعقاد سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائی منشاء کے تحت ۱۸۹۱ء میں فرمایا تھا اور اُس وقت سے یہ جلسہ باقاعدگی سے ہو رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کو بار بار اس جلسہ میں شمولیت کی تحریک فرمائی ہے اور جو لوگ اس مقدس اجتماع میں شامل نہیں ہوتے ان کے بارہ میں اظہار افسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"جو شخص ..... ایسا سمجھتا ہے کہ یہاں ٹھہرنے پر ہم پر بوجھ ہو گا اُسے ڈرنا چاہیئے کہ وہ شرک میں مبتلا ہے۔ ہمارا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر سارا جہان ہمارا عیال ہو جائے تو ہماری مہمات کا متکفل خدا تعالیٰ ہے ہم پر ذرا بھی بوجھ نہیں۔ ہمیں تو دوستوں کے وجود سے بڑی راحت پہنچتی ہے ..... میں نے بعض کو یہ کہتے سنا ہے کہ ہم یہاں بیٹھ کر کیوں حضرت صاحب کو تکلیف دیں۔ ہم تو نکمے ہیں یونہی روٹی بیٹھ کر کیوں توڑا کریں۔ وہ یہ یاد رکھیں کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے جو شیطان نے ان کے دلوں میں ڈالا ہے کہ اُن کے پیر یہاں جمنے نہ پائیں۔"

(ملفوظات جلد اول ص۴۵۵)

پھر فرماتے ہیں:-

"ہمارے دوستوں کو کس نے بتایا کہ زندگی بڑی لمبی ہے موت کا کوئی وقت ہی نہیں کہ کب سر پر ٹوٹ پڑے اسلیئے مناسب ہے کہ جو وقت ملے اُسے غنیمت سمجھیں۔"

پھر فرماتے ہیں :-

"یہ ایّام پھر نہ ملیں گے اور یہ کہانیاں رہ جائیں گی۔" پس اسوقت کو غنیمت سمجھئے کہ ؎

اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا + پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار +

عہدیداران خدّام الاحمدیّہ سے!

از صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس خدّام الاحمدیّہ مرکزیّہ

قائدینِ اضلاع یا دوسرے عہدیداران جو مجالسِ خدام الاحمدیّہ کے نئے قائدین یا زعماء کا انتخاب کرواتے ہیں ان سے گزارش ہے کہ وہ انتخاب کی رپورٹ بھجواتے وقت منتخب ہونے والے قائد یا زعیم کا مختصر علمی، دینی، عمر اور افتادِ طبع کے بارہ میں تعارف بھی کروایا کریں جس سے علم ہو سکے کہ جو قائد منتخب ہوئے ہیں وہ اس اہم ذمّہ واری کو صحیح طور پر ادا کر سکیں گے۔ اسی طرح قائدینِ مجالس اپنی عاملہ کے ممبران کا بھی مختصر تعارف کروایا کریں۔ جزاکم اللہ +

معارف القرآن

(۱) كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(اے مسلمانو) تم (سب سے) بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے (فائدہ کے لئے) پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔

(۲) وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے دوست اور مددگار ہوتے ہیں وہ نیکی کی ہدایت کرتے ہیں اور بُرائی سے روکتے ہیں۔

(۳) وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

اور تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جس کا کام صرف یہ ہو کہ وہ (لوگوں کو) نیکی کی طرف بلائے اور نیک باتوں کی تعلیم دے اور بدی سے روکے۔ اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

تشریح :- مذکورہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کے خیرِ اُمت ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ نیکی کی تلقین کرتے ہیں اور بُری باتوں سے روکتے ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مذہب کی بنیادی غرض ہے اور مذہبی جماعتیں اُسی وقت تک زندہ رہتی ہیں جب تک اُن میں تبلیغ کا جذبہ موجزن رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کبھی بھی اس اہم فریضہ سے غافل نہ ہونے دے۔ آمین

معارف الحدیث

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص کوئی خلافِ اخلاق یا خلافِ دین بات دیکھے تو اسے چاہیئے کہ اس کو اپنے ہاتھ سے بدل دے۔ لیکن اگر اسے یہ طاقت حاصل نہ ہو (یعنی اس مقام پر نہ ہو) تو اپنی زبان (وعظ کے ذریعہ) سے اس کے متعلق اصلاح کی کوشش کرے اور اگر اُسے یہ طاقت بھی نہ ہو تو کم از کم اپنے دل میں ہی بُرا سمجھ کر (دُعا کے ذریعہ) بہتری کی کوشش کرے (اور آپؐ فرماتے) کہ یہ ایمان کی سب سے کمزور قسم ہے۔ (مُسلم)

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ تم لوگوں کو نیکی کی ہدایت کرتے رہو گے اور بُری باتوں سے روکتے رہو گے ورنہ (یعنی اگر تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے رُک گئے تو) قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب تم پر بھڑکے۔ پھر تم (اس عذاب کے دُور کرنے کے لئے) خدا سے کتنی بھی دعائیں کرو پر وہ قبول نہ کی جائیں گی۔

(۳) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضورؐ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ جب لوگوں کی یہ حالت ہو جائے کہ وہ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کو اس ظلم سے باز رکھنے کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن سب پر اپنا عذاب نازل کردے۔

تشریح:۔ اِن احادیث میں اُمتِ مُسلمہ کو یہ بتلایا گیا ہے کہ معاشرہ میں بُرائی کو کبھی بھی راہ نہ پانے دو۔ اور اس کے پھیلنے کا خدشہ محسوس کرو تو فوری اقدامات کرکے شروع میں ہی اس کا سدِ باب کردو۔ یہ نہ ہو کہ اپنے ارد گرد بدی اور گناہ کی آگ دیکھ کر تماشہ بین بن کر بیٹھے رہو۔ ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ تم چاہتے ہو کہ یہ بدی معاشرہ میں پھیلے۔ پھر اللہ تعالیٰ خود اصلاح کرے گا یعنی اپنا عذاب بھیج کر۔ مسلمانوں کے تنزل اور ادبار کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اس حکم کو بھلا دیا۔ خدا کرے کہ ہم ایسے

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وقفِ زندگی

"غرض یہ ہے کہ انسان کو ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف کرے۔ میں نے بعض اخبارات میں پڑھا ہے کہ فلاں آریہ نے اپنی زندگی آریہ سماج کے لئے وقف کردی ہے اور فلاں پادری نے اپنی عمر مشن کو دیدی ہے مجھے حیرت آتی ہے کہ کیوں مسلمان اسلام کی خدمت کے لئے اور خدا کی راہ میں اپنی زندگی کو وقف نہیں کر دیتے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ پر نظر کر کے دیکھیں تو اُن کو معلوم ہو کہ کس طرح اسلام کی زندگی کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی جاتی تھیں۔ یاد رکھو کہ خسارہ کا سودا نہیں ہے بلکہ بے قیاس نفع کا سودا ہے۔ کاش مسلمانوں کو معلوم ہوتا اور اس تجارت کے مفاد اور منافع پر اُن کو اطلاع ملتی جو خدا کے لئے اس کے دین کی خاطر اپنی زندگی وقف کرتا ہے کیا وہ اپنی زندگی کھوتا ہے ہرگز نہیں۔ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اس للّٰہی وقف کا اجر اُن کا رب دینے والا ہے۔ یہ وقف ہر قسم کے ہموم و غموم سے نجات اور رہائی بخشنے والا ہے۔ مجھے تو تعجب آتا ہے کہ جبکہ ایک انسان بالطبع راحت اور آسائش چاہتا ہے اور ہموم و غموم اور کرب و افکار سے خواستگار نجات ہے پھر کیا وجہ ہے کہ جب اس کو ایک مجرب نسخہ اس مرض کا پیش کیا جاوے تو اس پر توجہ ہی نہ کرے۔ کیا للّٰہی وقف کا نسخہ ۱۳۰۰ برس سے مجرب ثابت نہیں ہوا۔ کیا صحابہ کرامؓ اس وقف کی وجہ سے حیاتِ طیبہ کے وارث اور ابدی زندگی کے مستحق نہیں ٹھہرے۔ پھر اب کونسی وجہ ہے کہ اس نسخہ کی تاثیر سے فائدہ اُٹھانے میں دریغ کیا جاوے۔ بات یہی ہے کہ لوگ اس حقیقت سے ناآشنا اور اس لذت سے جو اس وقف کے بعد ملتی ہے ناواقف محض ہیں۔ ورنہ اگر ایک شمہ بھی اس لذت اور سرور سے اُن کو مل جاوے تو بے انتہا تمناؤں کے ساتھ وہ اس میدان میں آئیں۔"

(ملفوظات جلد دوم ص ۱۰۰-۹۹)

"ہر نوجوان کے اندر یہ آگ ہونی چاہیئے کہ وہ اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کو قائم کر دے"

"اگر یہ آگ پیدا نہ ہو تو وہ سلسلہ کے لئے مفید وجود نہیں"

احمدی نوجوانوں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا خطاب

(مرتبہ:۔ مولوی سلطان احمد صاحب پیر کوٹی)

۷ر نومبر ۱۹۵۰ء بعد نماز عصر چودہ روزہ تربیتی کورس کے اختتام پر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے تربیتی کورس میں شامل ہونے والے خدام کو الوداعی پارٹی دی گئی جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے بھی شمولیت فرمائی۔ اس موقعہ پر مکرم مولوی محمد صدیق صاحب مولوی فاضل انچارج کیمپ نے مفصل رپورٹ پڑھ کر سنائی اور حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ اس دفعہ جو خامیاں رہ گئی ہیں اُن کے متعلق حضور راہ نمائی فرمائیں تا آئندہ انہیں دُور کیا جا سکے۔

اس کے بعد حضور رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر مکرم مولوی صاحب نے تمام خدام کے نام جو اس کورس میں شامل ہوئے اور اُنکے حاصل کردہ نمبر پڑھ کر سنائے۔ کورس میں مکرم مولوی ناصر الدین صاحب مولوی فاضل (محمد آباد اسٹیٹ سندھ) اوّل، مولوی محمد امین صاحب مولوی فاضل (ننکانہ صاحب) دوم اور صوفی محمد رفیق صاحب و قریشی محمد احمد صاحب (ربوہ) سوم رہے۔ نام سنائے جانے کے وقت حضور رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر ہر خادم کھڑا ہو جاتا تھا تا کہ دوسرے دوست اُسے پہچان سکیں۔ اس موقعہ پر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو تقریر فرمائی تھی وہ ابھی تک سلسلہ کے کسی اخبار یا رسالے میں شائع نہیں ہوئی تھی، رسالہ خالد کو یہ غیر مطبوعہ تقریر شائع کرنے کا فخر حاصل ہو رہا ہے۔ تمام خدام کا فرض ہے کہ وہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کریں ——————— (ایڈیٹر)

تقریر کرتے ہوئے فرمایا:۔

نام جو میں نے پڑھوائے تھے اس کی ایک حکمت یہ بھی تھی کہ دیکھوں تربیت کا کس حد تک اثر ہوا ہے۔ پچاس خدام میں سے بارہ ایسے تھے جو کھڑے ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار نہیں تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر تربیتی کلاس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ لیکن اکثریت ایسی تھی جس نے اپنا

مقصد سمجھا تھا۔ یعنی پچاس میں سے اڑتیس کا کھڑا ہونا ظاہر کرتا
تھا کہ وہ انتظار میں تھے کہ آواز آئے اور وہ اُٹھ کھڑے
ہوں لیکن بارہ ایسے تھے جو مُردوں کی طرح کھڑے ہوئے۔
ان کو دیکھ کر یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ کسی تربیتی کیمپ میں
رہ چکے ہیں بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی مسجد کے مُلاں
کے شاگردوں میں سے ہیں۔

مولوی محمد صدیق صاحب نے اپنی رپورٹ میں ذکر کیا
ہے کہ اکثر مجالس سے نمائندگان نہیں آئے۔ جہاں تک
انسانی نفس کا تعلق ہے نئی بات لوگ آہستہ آہستہ اختیار
کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے
لوگ آجکل کے لوگوں سے تقویٰ میں بہت بڑھے ہوئے تھے
لیکن جب آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ ہر احمدی ہر تین ماہ کے بعد
ایک پائی فی روپیہ کے حساب سے چندہ دے تو بعض دوستوں
نے یہ کہا کہ اس طرح تو احمدیت میں داخل ہونے میں مشکل پیدا
ہو جائے گی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ کئی لوگ ایسے بھی تھے
جو ایک پائی فی روپیہ فی سہ ماہی سے کئی گنا زیادہ چندہ
دیتے تھے مگر اس شرح کے مقرر ہو جانے سے بعض نے خیال
کر لیا کہ اس طرح احمدیت قبول کرنے میں لوگ ہچکچاہٹ
محسوس کریں گے لیکن اب کئی لوگ ایسے ہیں جو اپنی آمد کا
تیس چالیس فیصدی چندہ دیتے ہیں حالانکہ اُن میں سے بعض
ایمان میں اتنے پختہ نہیں جتنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے صحابہؓ ایمان میں پختہ تھے۔ لیکن اُس زمانہ میں لوگ
ایک پائی فی روپیہ فی سہ ماہی شرح چندہ مقرر ہونے سے
گھبراتے تھے۔

پس ابتداء میں ہمیشہ دقتیں پیش آتی ہیں لیکن جیسے

کام چلے گا، خدام میں اس کی اہمیت پیدا ہوتی چلی
بڑی بات یہ ہے کہ کورس میں شامل ہونے والوں کو چا
وہ اپنی اپنی جگہ پر خدام کی تنظیم کریں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ ا
کی دس فیصدی تنظیم ہوئی ہے ۹۰ فیصدی تنظیم ابھی با
آپ کو چاہیئے کہ اپنی اپنی جگہوں پر جا کر خدام کی تنظ
اسی طرح اردگرد کے علاقہ میں پھر پھر کر مجالس میں تحریک
کہ اگلے سال اس کورس میں شامل ہونے کے لئے خدا
تعداد میں آئیں۔ بعض جگہوں پر مشکلات بھی ہیں مثلاً
جماعت کے اکثر خدام ملازمت پیشہ ہیں اس لئے ا
چھٹیاں ملنی مشکل ہوں گی ———— لیکن یہ ہو
ہے کہ سال میں دو تین خدام اس کورس میں شامل ہو جا
وہ وہاں جا کر باقی خدام کو ٹریننگ دیں۔ کیونکہ اس انتظ
ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جو خدام اس تربیتی کورس میں شا
وہ واپس جا کر دوسرے خدام کو ٹریننگ دیں۔

یاد رکھیں کہ اس کورس سے ہمارا یہ مقصد نہیں
ہم تیس چالیس خدام کو ٹرینڈ کریں یا ہمیں صرف تیس چالیس
کی ضرورت ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ تھا کہ جس خادم کو
کے لئے بلایا جائے وہ آگے دوسروں کو سکھائے۔
کوشش کرے کہ آئندہ سال زیادہ خدام اس کورس
حصہ لیں۔ آپ میں سے ہر ایک خادم دو چار یا پانچ چھ
خدام کو ٹریننگ دے۔ اسی طرح وہ خدام آگے اور
کو ٹریننگ دیں۔ اس طرح پچاس خدام کو تربیت د
کی وجہ سے ہزاروں تک یہ تربیت پہنچ جائے گی۔

مَیں نے اساتذہ سے کہا تھا کہ اس کورس میں
موٹی باتیں سکھائی جائیں، پیچیدگیوں میں نہ پڑا جائے ا

بطور امتحان میں ایک دو باتیں پوچھتا ہوں۔ انڈر ٹریننگ
(زیرِ تربیت) خدام سب کھڑے ہو جائیں۔ جو سوال میں
کروں گا اس کا جواب نہیں دینا بلکہ صرف ہاتھ کھڑا کرنا
ہے جس سے معلوم ہو کہ انہیں جواب آتا ہے۔ اور میں
جس سے چاہوں گا جواب پوچھ لوں گا۔ مثلاً میں ایک
نقرہ بولتا ہوں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ غلط ہے اور یہ
خیال کرتے ہیں کہ آپ اس کی اصلاح کر لیں گے تو ہاتھ
کھڑا کریں۔ اس میں مولوی فاضل یا مدرسہ احمدیہ کے
فارغ التحصیل خدام میرے مخاطب نہیں۔ مثلاً میں یہ
نقرہ بولتا ہوں

إِنَّ اللّٰهِ أَمَرَ الْمُؤْمِنُوْنَ أَنْ يُصَلُّوْنَ

بولو یہ صحیح ہے یا غلط؟

(اس پر متعدد خدام نے ہاتھ کھڑے کئے
اور حضور نے ایک خادم حفیظ احمد صاحب سے دریافت
فرمایا کہ اس میں کیا غلطی ہے۔ انہوں نے دو غلطیوں کی
تصحیح کی (یعنی انہوں نے بتایا کہ "اللّٰه" اسم "إِنَّ"
ہے اس لئے اس پر بجائے کسرہ کے فتح آئے گی کیونکہ
"إِنَّ" اپنے مابعد کو فتح دیتا ہے۔ اور "المومنون"
مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہو گا یعنی المؤمنین
پڑھا جائے گا۔ آخری غلطی کی وہ تصحیح نہ کر سکے)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ
تعالیٰ عنہ نے دوسرے خدام سے دریافت
فرمایا کہ بتائیں کیا اور بھی کوئی غلطی ہے یا نہیں؟ مگر
کوئی خادم جواب نہ دے سکا۔ حضور نے فرمایا کہ اس
نقرہ میں یُصَلُّوْنَ نہیں چاہیئے بلکہ صرف یُصَلُّوْا
چاہیئے۔ دوسرا سوال حضور نے یہ کیا کہ :-

فَاعِلٌ کے آخر میں جو حرکت آتی ہے وہ کیا
ہے؟ جو خدام اس سوال کا جواب بتا سکتے ہیں
وہ ہاتھ کھڑا کریں۔

(اس پر متعدد خدام نے ہاتھ کھڑے کئے
جن میں ہمارے نو مسلم بھائی رشید احمد صاحب
امریکن واقفِ زندگی بھی شامل تھے۔ مکرم رشید احمد
صاحب نے بھی چودہ روزہ تربیتی کورس میں باقاعدہ
شمولیت کی تھی حضور نے مکرم رشید احمد صاحب سے
ہی اس سوال کا جواب پوچھا۔ انہوں نے بتایا :-
"فَاعِلٌ کے آخر میں رفع آتا ہے"۔)

اس کے بعد حضور نے فرمایا :-

آپ لوگوں نے جو کچھ پڑھا ہے میں امید کرتا
ہوں کہ وہ لکھا بھی ہو گا۔ (اس کے بعد حضور نے
اساتذہ کرام سے سوال کیا کہ وہ جو کچھ پڑھایا کرتے
تھے آیا وہ لکھوایا بھی کرتے تھے یا نہیں؟ اور خدام
اپنی جگہوں پر واپس جا کر ان اسباق کو یاد کرنا چاہیں
تو وہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اس پر مکرم مولوی سیف الرحمن
صاحب فاضل، مکرم مولوی محمد احمد صاحب ثاقب،
مکرم مولوی غلام باری صاحب سیف، مکرم مولانا
جلال الدین صاحب شمس، مکرم مولوی خورشید احمد صاحب
شاد نے عرض کیا کہ حضور سوائے ان پڑھ خدام کے کہ
جو لکھنا نہیں جانتے باقی خدام نے اسباق نوٹ کئے ہیں
اور واپس جا کر وہ اگر یاد کرنا چاہیں تو ایسا کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد حضور نے فرمایا :-

رپورٹ میں ایک بات یہ بھی کہی گئی ہے۔ کہ
افسوس ہے کورس پورا نہیں ہو سکا۔ کیونکہ جو خدام
کورس میں شامل ہوئے ان میں سے بعض کی علمی قابلیت
اپنے ساتھیوں کی نسبت بہت کم تھی۔ میں نے شروع میں
ہی یہ ہدایت کی تھی کہ جو خدام تعلیم یافتہ نہیں انکو الگ
تو نہیں پڑھانا چاہیئے لیکن اس کا یہ اثر بھی نہیں پڑنا
چاہیئے کہ کورس خراب ہو جائے کیونکہ اگر یہ غلطی کی
جائے تو نا فرض شناسی کی ایسی عادت پڑ جائے گی کہ
اس کا روکنا مشکل ہو گا۔ ہر طالب علم کے اندر یہ احساس
ہونا چاہیئے کہ استاد اپنے فرض کو ادا کر رہا ہے
اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب استاد اپنے
پہلے فرض یعنی کورس کو پورا کرے۔ میں امید کرتا ہوں
کہ آئندہ یہ غلطی سرزد نہیں ہو گی۔ پڑھانے کے لئے
بے شک آسان الفاظ استعمال کر لو لیکن کورس پورا کر دینا
چاہیئے۔ میں نے مولوی سیف الرحمٰن صاحب کو جن کے سپرد
عربی کی ابتدائی تعلیم تھی یہ ہدایت کی تھی کہ صرف ونحو کی
لمبی باتوں میں نہ پڑو، صرف ایسی موٹی موٹی باتیں بتا دو
جن سے خدام کے اندر قرآن وحدیث پڑھنے کے لئے
دلیری پیدا ہو جائے اور اس طرح اگر ایک گھنٹہ روزانہ
بھی پڑھائی کی جاتی تو اس قدر عربی چھ سات دن میں
پڑھائی جا سکتی تھی۔ یعنی عنوان بتا دیئے جاتے تا کہ کوئی
شخص عربی لفظ بول کر انہیں ڈرا نہ سکے۔ بہرحال آئندہ
یہ احتیاط ہونی چاہیئے کہ کورس پورا ہو جائے۔ اگر
کورس پورا نہیں ہو گا تو نہ تو طالب علم اپنے مقصد کو
حاصل کر سکیں گے اور نہ استادوں کے متعلق وہ اچھا
امپریشن (Impressian) لے کر جائیں گے۔
یہ تو صاف بات ہے کہ اگر ایک ڈاکٹر اپنے شاگرد کو
آدھی ڈاکٹری پڑھا دے تو وہ لوگوں کو مارنے والا
بنے گا جلانے والا نہیں بنے گا۔ اسی طرح وہ کورس جو
مقرر کیا گیا ہے اگر پورا نہ ہو تو لازماً اس کا اچھا اثر
نہیں پڑ سکتا۔

بڑی بھاری چیز جو تمہاری آنکھوں کے سامنے
رہنی چاہیئے وہ یہ ہے کہ ہم نے احمدیت کے ذریعے
اس عہد کو پورا کرنا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے خدا تعالیٰ سے کیا۔ ہمارا فرض تھا کہ ہم یہ عہد آپ
کے ذہن نشین کرائیں اور اساتذہ کا فرض تھا کہ ہمارا
نمائندہ ہونے کی حیثیت سے آپ کو پڑھائیں۔ اگر
نمائندہ خدام اس چیز کو سمجھ لیں اور انہیں اس کا یقین
ہو جائے اور ساتھ ہی وہ اس کو آگے پھیلانے کی
کوشش کریں تا وہ اس عہد کو تازہ کریں جو رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی خاطر ہم سے لیا تو ہمیں
بہت جلد کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ عہد اپنی ذات
کے لئے نہیں لیا تھا بلکہ آپ نے یہ عہد خدا تعالیٰ کی
خاطر لیا تھا۔ ہم اگر اس کو پھیلانے کی کوشش کرتے
ہیں تو اس لئے تا اس عہد کو جو آج سے چودہ سو سال
قبل لیا گیا تھا دوبارہ زندہ کریں۔ دوسروں کو یاد
دلائیں اور اسے لوگوں میں قائم کرنے کی کوشش
کریں۔ اگر یہ بات پختہ ہو جائے تو ہم اس فرض کو ادا
کریں گے جو ہمارے ذمہ لگایا گیا تھا۔ ایک ماں جو

قربانی کر سکتی ہے وہ ہر شخص جانتا ہے۔ آپ میں سے وہ کونسا شخص ہے جو ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوا بے شک بعض لوگ ایسے ہوں گے جنہوں نے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا ہوگا یا جنہوں نے ماں کی تربیت اپنی ہوش میں حاصل نہیں کی ہوگی لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ نوّے فیصدی لوگ ایسے نکلیں گے جنہوں نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہوگا یا اس کی نگرانی میں دودھ پیا ہوگا یا جنہوں نے بچپن میں تربیت اپنی ماں کی نگرانی میں حاصل کی ہوگی وہ جانتے ہیں کہ مائیں کتنی قربانی کرتی ہیں۔ مائیں قربانی کرتے میں بعض دفعہ اتنی بڑھ جاتی ہیں کہ انسان اندازہ نہیں کر سکتا۔ وہ بسا اوقات یہ جانتے ہوئے کہ ان کی قربانی بچہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی قربانی پیش کر دیتی ہیں۔ مثلاً سینکڑوں، ہزاروں ایسی مثالیں ملتی ہیں کہ ایک عورت جو پانی سے خوف کھاتی تھی جب اس کا بچہ پانی میں گر گیا تو باوجود یہ جانتے کے کہ وہ تیرنا نہیں جانتی یا یہ جانتے ہوئے کہ وہ پانی میں کود کر بچہ کو بچا نہیں سکتی پانی میں چھلانگ لگا دیتی ہے اور وہ خیال نہیں کرتی کہ میں مر جاؤں گی۔ یا کسی ماں کا بچہ چوری ہو گیا ہو اور وہ اتنی دیر کے بعد اسے دیکھے کہ اسے پہچاننا مشکل ہو مثلاً وہ بچہ ڈاکو اٹھا کر لے گئے ہوں اور انہوں نے اس کو ڈاکہ زنی کی تربیت دی ہو، وہ چوری کیلئے باہر نکلے اور اپنی ماں کے ہاں چوری کرے۔ ماں نے پولیس کو رپورٹ کی ہو اور اس نے اسے گرفتار کر لیا ہو اور ماں کو بطور گواہ عدالت میں پیش کیا ہو ایسے موقعہ پر ماں گواہی دیدے گی لیکن اس لئے کہ وہ جانتی نہیں کہ وہ اس کا اپنا بیٹا ہے مجسٹریٹ کے سامنے اقرار کر لینے کے بعد کہ اس نے چوری کی ہے اور اس علم کے بعد اگر وہ انکار کر دے تو وہ سزا کی مستحق ہوگی اگر اسے یہ پتہ لگ جائے کہ چور اس کا اپنا بیٹا ہے تو وہ فوراً کہہ دے گی کہ چور یہ نہیں تھا میں نے جھوٹ بولا ہے وہ اپنے آپ کو قید میں ڈال دے گی لیکن اس کے خلاف گواہی نہیں دیگی سوائے اس کے کہ وہ مومن ہو۔ یہی حال ان لوگوں کا ہوتا ہے جو سچے مذہب میں داخل ہوتے ہیں لیکن پھر دور جا پڑتے ہیں۔ ان کے دلوں میں یہ خیال اور تصوّر تو ہوتا ہے کہ وہ سچے مذہب میں داخل ہیں لیکن وہ صرف ناموں سے محبت کرتے ہیں حقیقت کو پہچاننے کی طاقت اپنے اندر نہیں رکھتے۔ اگر کسی وقت انہیں معلوم ہو گا کہ وہ عملی طور پر اسی مذہب کی مخالفت کر رہے ہیں جس کی سچائی کے وہ زبان سے قائل ہیں تو وہ فوراً اپنے اندر تبدیلی پیدا کر لیں گے۔ مثلاً آجکل مسلمان لفظ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے تو محبت کرتے ہیں لیکن آپؐ کی روحانی شکل سے نفرت کرتے ہیں لیکن اگر انہیں کسی وقت یہ پتہ لگ جائے کہ وہ شکل جس کو وہ اب تک غیر کی شکل سمجھ رہے تھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل ہے تو وہ اپنے خیال کو فوراً بدل دیں گے اور مخالفت ایک ساعت میں بدل جائے گی۔ صحابہؓ کو دیکھو ان میں سے بعض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید ترین دشمن تھے لیکن جب انہیں یہ سمجھ آ گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو آناً فاناً

ان کی نفرت محبت سے بدل گئی۔ عکرمہؓ جو ابوجہل کا بیٹا
تھا ہمیشہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا رہا۔
جب مکہ فتح ہوا تو بغض کی وجہ سے مکہ چھوڑ کر بھاگ گیا
کیونکہ وہ آپؐ کی حکومت کے ماتحت رہنے کے لئے
تیار نہیں تھا۔ اُس کی بیوی دل سے مسلمان تھی۔ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے عکرمہؓ کے متعلق یہ احکام صادر فرمائے
تھے کہ اگر وہ پکڑا جائے تو اُسے سزا دی جائے۔ اس
کی بیوی نے جب یہ احکام سُنے تو وہ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس گئی اور عرض کیا یا رسول اللہ میں دل سے
مسلمان ہوں عکرمہؓ کو بعض غلط فہمیاں ہیں جن کی بناء
پر وہ آپ کی مخالفت کرتا رہا ہے اور اب اسی مخالفت
کی وجہ سے مکہ چھوڑ کر باہر چلا گیا ہے۔ یا رسول اللہ!
وہ اسلام کی اس لئے مخالفت کر رہا ہے کہ وہ سمجھتا ہے
یہ دین جھوٹا ہے۔ کیا یہ بہتر ہوگا کہ آپ کا ایک رشتہ دار
غیروں میں دھکے کھاتا پھرے یا یہ بہتر ہوگا کہ وہ آپ
کے لئے قربانیاں کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے عکرمہؓ کو معاف کرنے کا وعدہ فرمایا۔ عکرمہؓ کی بیوی
نے دوبارہ عرض کیا یا رسول اللہ عکرمہؓ اسلام سے اتنا
متنفر ہے کہ اگر آپ نے فرمایا کہ اُسے یہاں آکر مسلمان
ہونا پڑے گا تو وہ نہیں آئے گا۔ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہم اُسے مسلمان ہونے کے لئے نہیں
کہیں گے۔ عکرمہؓ حبشہ کی طرف بھاگ رہا تھا اور قریب
تھا کشتی میں سوار ہو جائے کہ اس کی بیوی وہاں پہنچی۔
اُس نے کہا میرے خاوند! تم مکہ کے ورچوال رُولر
(Virtval Ruler) کے بیٹے تھے اور اب
غیروں میں دھکے کھاؤ گے کیا یہ بہتر نہیں کہ تم غیروں میں دھکے
کھانے کی بجائے اپنے ایک رشتہ دار کی اطاعت کرو۔
عکرمہؓ نے جواب دیا میں اسلام کا دشمن ہوں اور ساری عمر
دشمنی کرتا رہا ہوں اب جب مسلمانوں کو فتح ہوگئی ہے وہ میرے
ساتھ وہی سلوک کریں گے جو ہم اُن کے ساتھ کیا کرتے تھے۔
اُس کی بیوی نے کہا میں یہ بات کر آئی ہوں۔ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم واپس چلے آؤ تو آپؐ
معاف فرما دیں گے اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ جی چاہے
تو مسلمان ہو جائے ورنہ اُسے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ عکرمہؓ
نے تعجب سے کہا کیا یہ بات سچی ہے؟ اُس کی بیوی نے کہا
میں نے دو بدو باتیں کی ہیں۔ چنانچہ وہ واپس آ گیا اور کہا
مجھے محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے چلو۔
چنانچہ وہ اُسے آپؐ کے پاس لے گئی۔ عکرمہؓ نے آپؐ کو
مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے
مجھے معاف کر دیا ہے کیا یہ ٹھیک ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں
اس نے ٹھیک کہا ہے۔ عکرمہؓ نے کہا میری بیوی نے یہ بھی
کہا ہے کہ آپ مجھے اپنے مذہب میں داخل ہونے کے لئے مجبور
نہیں کریں گے کیا یہ ٹھیک ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں اس نے
ٹھیک کہا ہے۔ یہ سُنتے ہی عکرمہؓ کی آنکھیں کھل گئیں اور
اس نے کہا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کو اس سے حیرت ہوئی۔ عکرمہؓ نے کہا وہ شخص جو
میرے جیسے دشمن کو معاف کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہے
اور وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ میں اپنا مذہب تبدیل کرکے اس
کے مذہب میں داخل ہو جاؤں وہ عام انسان نہیں ہو سکتا

وہ یقیناً خدا کا رسول ہے اس لئے میں آپ پر ایمان لاتا
ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عکرمہؓ میں
نے تمہیں صرف معاف ہی نہیں کیا بلکہ اگر تمہاری کوئی خواہش
ہو تو بیان کرو اگر وہ ہماری طاقت میں ہوئی تو ہم اُسے
پُورا کریں گے۔ لیکن وہ شخص جو دنیاوی وجاہت کیلئے
اپنی ساری عمر لڑتا رہا کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے کسی چیز
کی ضرورت نہیں آپ دُعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ میرے
تمام گناہ معاف کر دے۔ یہ کتنا بڑا تغیر ہے جو عکرمہؓ
میں پیدا ہوا۔ پس مخالفت گو راستی سے دُور لیجانیوالی
ہے لیکن یہ بعض اوقات راستی کی طرف لانے کا موجب
بھی بن جاتی ہے۔ دنیا احمدیت کی مخالفت اسلئے نہیں
کرتی کہ یہ سچی ہے بلکہ وہ اس لئے مخالفت کرتی ہے کہ
وہ سمجھتی ہے یہ جھوٹ ہے۔ ہاں کچھ صاحب اغراض
بھی ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے احمدیت کو قبول کر لیا تو
ہماری نمبرداریاں اور حکومتیں جاتی رہیں گی۔ لیکن
مخالفین کا اکثر حصہ یہ سمجھتا ہے کہ ہم خدا اور اس کے
رسولؐ کے مخالف ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ ان لوگوں کا ایمان
لانا بھی آسان ہے اور ان کا قابلِ رحم ہونا بھی یقینی
ہے۔ اگر ہم یہ ثابت کر دیں کہ ہم خدا اور اسکے رسولؐ
کے مخالف نہیں تو ان کی مخالفت عقیدت سے بدل
جائے گی۔ اور ان کی حالت قابلِ رحم اس لئے ہے کہ
وہ ہماری اس لئے مخالفت نہیں کرتے کہ ہم اُن کے خدا
اور اس کے رسولؐ کے خادم ہیں بلکہ وہ اس غلط فہمی
میں مبتلا ہیں کہ ہم اُن کے خدا اور رسولؐ کی مخالفت
کرتے ہیں۔ گویا وہ خدا اور اس کے رسولؐ کی خاطر ہماری
مخالفت کر رہے ہیں۔ اور جو خدا اور اس کے رسولؐ کی
خاطر ہماری مخالفت کر رہا ہے وہ ایک حد تک ہمارے
لئے قابلِ عزت بھی ہے کیونکہ اس کا جذبہ نیک ہے۔

پس یہاں سے فارغ ہو کر اپنے اپنے علاقہ میں جاؤ اور
خدام الاحمدیہ کی تنظیم کرو، تبلیغ کرو اور کوشش کرو
کہ مرکز کی آواز کو زیادہ سے زیادہ پھیلایا جائے۔
ہمارے نوجوان ابھی بہت پیچھے ہیں۔ ہمارے ہر
نوجوان کے اندر یہ آگ ہونی چاہیئے کہ وہ اسلام اور
احمدیت کی تبلیغ کو قائم کر دے۔ اگر یہ آگ پیدا نہ ہو
تو وہ سلسلہ کے لئے کوئی مفید وجود نہیں۔

پس اپنے اندر ایک آگ پیدا کرو۔ اپنے
اندر ایک سوزش اور جلن پیدا کرو۔ جس کے نتیجہ میں تم
میں سے ہر ایک مالی قربانی اور تبلیغ کے لئے تیار
ہو جائے۔ تمہارے یہاں پڑھنے کا فائدہ تبھی ہو سکتا
ہے جب تم باہر جا کر یہی اسباق دوسروں کو سکھاؤ۔
ان کو خود بھی یاد رکھو، ان پر عمل کرو اور دوسروں
کو بھی سمجھاؤ اور ان سے عمل کروانے کی کوشش کرو
اور پھر ایسے نئے آدمی پیدا کرو جو تمہارے ساتھ
مل کر احمدیت کی اشاعت میں حصہ لیں۔ پھر کوشش
کرو کہ وہ بھی ان پر عمل کریں اور اور نئے افراد
پیدا کریں اور ان سے عمل کروائیں۔ وہ احمدیت
میں داخل ہو کر اس کے احکام کے پابند ہوں اور
اس کو آگے پھیلائیں اور یہ سلسلہ بڑھتے بڑھتے
ایک دن ساری دنیا میں پھیل جائے۔ یہی کام ہے
جس کے لئے تم یہاں بلائے گئے ہو۔ اور یہی وہ

کام ہے جس کو تمہیں ہر وقت مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اگر تم نے یہ کام کیا تو تم خدا تعالےٰ کے سامنے سرخرو ہو جاؤ گے اور اگر نہ کیا تو اس کی ناراضگی کا موجب بنو گے۔ کیونکہ جتنے دن تم یہاں رہے تم نے محض ایک تھیٹر دیکھا، ایک سینما دیکھا اور تم ایسی باتوں میں شامل رہے جن میں تمہاری رُوح شامل نہیں تھی۔ تم نے اپنے دن بھی ضائع کئے اور اپنے استادوں کے دن بھی ضائع کئے۔ تمہاری مثال اُس گدھے کی سی ہوگی جس کی پیٹھ پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ وہ خود اُن سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن دوسرے لوگ اُن سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

اس کے بعد حضور نے تمام نمائندگان سے جنہوں نے تربیتی کورس پاس کیا تھا مندرجہ ذیل عہد لیا:-

حضور نے فرمایا:-

"کیا آپ لوگ اِس بات کا عہد کرتے ہیں کہ جو باتیں آپ نے یہاں سیکھی ہیں ان پر عمل کرنے کی پوری کوشش کریں گے اور اپنی اپنی جماعتوں میں ان اسباق اور تعلیموں کو پھیلانے کی کوشش کریں گے۔ اور زیادہ سے زیادہ اخلاص خود بھی دکھائیں گے اور دوسروں میں بھی اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔"

سب نمائندگان نے بیک زبان کہا:-

"اِی وَاللّٰہِ"

یہ عہد حضور نے تین دفعہ لیا۔ اس کے بعد حضور نے لمبی دعا فرمائی اور پھر تمام خدام کو حضور نے شرفِ مصافحہ بخشا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان!

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں ایک کا بھی نام نہیں لے سکتے جس نے اپنے لئے کچھ حصہ دین کا اور کچھ دنیا کا رکھا ہو۔ ایک صحابی بھی ایسا نہیں تھا جس نے کچھ دین کی تصدیق کر لی ہو اور کچھ دنیا کی۔ بلکہ وہ سب کے سب منقطعین تھے اور سب کے سب اللہ کی راہ میں جان دینے کو تیار رہتے تھے۔ اگر چند آدمی ہماری جماعت میں سے بھی تیار ہوں جو مسائل سے واقف ہوں اور ان کے اخلاق اچھے ہوں اور وہ قانع بھی ہوں تو اُن کو باہر تبلیغ کے لئے بھیجا جاوے۔ بہت علم کی حاجت نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہؓ اُمّی ہی تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواری بھی اُمّی تھے۔ تقوےٰ اور طہارت چاہیئے۔ سچائی کی راہ ایک ایسی راہ ہے جو اللہ تعالےٰ خود ہی عجیب عجیب باتیں سمجھا دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد نہم صـ۱۲۳)

"ہر مسلمان پر تلاوت فرض ہے"

وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ (نمل)

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب)

ایک دن ایک دوست فرمانے لگے ہمیں تو قرآن کی زبان نہیں آتی، نہ ترجمہ کا کچھ علم ہے اسلئے یوں ہی بے سمجھے بوجھے ناظرہ قرآن پڑھنا فضول ہی ہے۔ مَیں نے کہا آپ کا استدلال شاید درست ہو مگر قرآن نے بطور نص صریح یہ حکم دیا ہے کہ آپ قرآن ضرور پڑھا کریں۔ اب اس حکم کی جو بھی خلاف ورزی کرے گا وہ گنہگار ہے خواہ اُسے ترجمہ آتا ہو یا نہ آتا ہو۔ اور اس زمانہ میں تو یہ عذر بھی سخت نامعقول ہے کیونکہ بین السطور مترجم قرآن مجید کئی قسم کے بازار سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ آدمی پہلے ایک رکوع قرآن کا پڑھ لیا کرے اس کے بعد پھر اس کا اُردو ترجمہ پڑھ لیا کرے۔ اسی طرح کرتا رہے تو سارے قرآنی مطالب سے واقف ہو سکتا ہے۔ کوئی ضرورت نہیں کہ صرف نحو یا لغت کے ڈر کے مارے کلام اللہ سے بے اعتنائی کرے۔ ترجمہ ان تینوں باتوں سے مستغنی کر دیتا ہے کیونکہ ہر ترجمہ کار آمد عالم کا کیا ہوا ہوتا ہے عوام کے لئے ہر طرح آسانی ہے اور یوں تو

"خوئے بد را بہانہائے بسیار"

کا تو کوئی علاج نہیں ورنہ قرآن مجید سے تو حسب ذیل آیات میں تلاوتِ قرآن مجید کو ایسا ممتاز کیا ہے کہ کسی اور عمل کا نام لینا بھی اس کے مقابل پر کچھ حقیقت نہیں سمجھا:-

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ؕ

(یونس: ۶۰)

یعنی تو کسی حال میں ہو خواہ قرآن پڑھتا ہو یا کوئی اور عمل کرتا ہو مگر اس وقت ہماری نظر تجھ پر ہوتی ہے"

النظافة من الایمان

(مکرم محمد دین صاحب ناظر جامعہ احمدیہ ۔ ربوہ)

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جس میں انسانی زندگی کے ہر پہلو کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ایک بے نظیر تعلیم موجود ہے ۔ جس پر عمل کر کے انسان دینی و دنیوی ترقیات سے ہمکنار ہو سکتا ہے ۔ اسلام جہاں انسان کو روحانی ارتقاء کی معرفت بخشتا ہے وہاں اس کے جسمانی و ذہنی ارتقاء کا بھی پورا پورا لحاظ رکھتا ہے اس لئے روحانی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ اسلام نے ظاہری پاکیزگی اور صفائی پر بھی بہت زور دیا ہے ۔ اور یہ صرف اسلام ہی کا طرۂ امتیاز ہے کسی اور مذہب نے صفائی پر اس قدر زور نہیں دیا ۔ اس کی وجہ (باوجود اس کے کہ ظاہری صفائی اسلام کا حقیقی مقصود نہیں ۔) دراصل یہ ہے کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ ظاہر اور باطن کا آپس میں گہرا تعلق ہے اور یہ ایک دوسرے سے متاثر ہوتے ہیں ۔ اس لئے جب تک جسم کی نگہداشت نہ کی جائے اُسوقت تک رُوح کا ترقی پانا ایک مشکل امر ہے ۔ گو رُوح مغز کی اور جسم چھلکے کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اگر چھلکا نہ ہو تو مغز کا محفوظ رہنا مشکل ہے اور ہر وقت اس کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے بالکل اسی طرح رُوح کی حفاظت کے ساتھ جب تک جسم کی حفاظت نہ کی جائے وہ اس کے بد اثرات سے متاثر ہو کر عالی مدارج حاصل نہیں کر سکتی ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام رُوح اور جسم کے اسی تعلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

”واضح ہو کہ قرآن شریف کی رُو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں ۔ یہانتک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں ..... اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کی اغراض اور خشوع و خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا رُوح پر بہت قوی اثر ہے ۔“ (اسلامی اصول کی فلاسفی)

اسی کتاب کے ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں :-

"جس قدر ہمارا کھانا پینا، سونا جاگنا، حرکت کرنا، آرام کرنا، غسل وغیرہ کرنا افعالِ طبعیہ ہیں۔ یہ تمام افعالِ ضروری ہمارے روحانی حالات پر اثر کرتے ہیں۔ ہماری جسمانی بناوٹ کا ہماری انسانیت سے بڑا تعلق ہے......

رُوح اور جسم ایک ایسا تعلق ہے کہ اس راز کا کھولنا انسان کا کام نہیں۔ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ رُوح کی ماں جسم ہے۔"

پس اس مسئلہ حقیقت کے پیشِ نظر اسلام نے ظاہری صفائی کو ایمان کا جُزو اور حصّہ قرار دیا ہے۔

اسلام کا اصل مقصود دل اور رُوح کی پاکیزگی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بار بار باطن کی صفائی کی طرف مسلمانوں اور بنی نوع انسان کو متوجہ کیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ظاہر کا خیال بھی رکھا ہے اور اس کو بالکل نظر انداز نہیں کر دیا۔ چنانچہ فرمایا وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْ۔ یعنی اے مخاطب! تُو اپنے ظاہری ماحول کو بھی پاکیزہ اور صاف سُتھرا رکھ تا وہ مکان جس میں روح سکونت پذیر ہے اتنا شفاف ہو کہ وہ اس میں فرحت محسوس کرے اور اس پاک ماحول میں وہ پاک رُوح عبودیت کی سچی تصویر بن کر آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز ہونے کے قابل ہو سکے۔

ایک اور جگہ فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ یہاں پر التوابین کے ساتھ المتطھرین رکھ کر بتایا کہ جہاں روحانی صفائی ضروری ہے وہاں ظاہری صفائی کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنی عبادات میں اسکو بہت ملحوظ رکھا ہے۔ نماز پڑھنے سے پہلے وضو کا تاکیدی حکم اور بعض حالات میں غسل کا واضح ارشاد یہ سب ظاہری صفائی کی مختلف کڑیاں ہیں۔ چنانچہ فرمایا خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ۔ یعنی نماز کے وقت زینت (صفائی) کو ملحوظ رکھو۔ اس میں خدا تعالیٰ نے بدنی پاکیزگی کے ساتھ ساتھ ماحول اور مسجدوں کی صفائی کی بھی تاکید فرمائی ہے اسلئے ضروری ہے کہ مسجد میں بھی ظاہری صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔

پھر نہ صرف یہ کہ اپنے بدن اور کپڑوں کی صفائی کا خیال رکھنے کا حکم ہے بلکہ ماحول اور اپنے ارد گرد اور گلی کوچوں کی صفائی بھی ضروری ہے کیونکہ عدم صفائی سے بیماری پھیلنے کا اندیشہ ہے جس سے رُوح بھی اثر انداز ہوتی ہے اسلئے انسان کو چاہیئے کہ خوبصورت ماحول میں رہے اور اپنے ظاہر و باطن کو خوبصورت بنائے۔ تا خدا تعالیٰ کی محبّت کا مورد بن سکے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے :-

اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ

یعنی خدا تعالیٰ خود بھی بے نظیر حُسن کا مالک ہے اور کمال حُسن کو ہی وہ پسند کرتا ہے۔ وہ حُسن تب ہی

پیدا ہوتا ہے جب کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک ایسے شیشے کی مانند ہو جس میں خدائی نور کا عکس پڑ رہا ہو۔

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ صفائی، پاکیزگی اور نفاست کے مرقع تھے۔ آپؐ نے اپنے اندر وہ کمالِ حُسن پیدا کیا کہ جس کی نظیر نہ تو گوشِ عالم نے سُنی اور نہ ہی چشمِ فلک نے دیکھی۔ اسلام کی یہ تعلیم صرف کاغذوں کی زینت ہی نہیں بنی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صرف فرمانے تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اس پر خود عمل کر کے بھی دکھایا۔ آپؐ صفائی کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ حدیثوں میں آتا ہے آپؐ کا پسینہ بھی خوشبودار ہوتا۔ ہر نماز سے پہلے آپؐ مسواک فرمایا کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید فرماتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ فرماتے:-

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ۔

یعنی اگر میری اُمت پر گراں نہ گزرتا تو ہر وضو کے ساتھ میں انہیں مسواک کرنے کی تلقین کرتا۔

افسوس ہے کہ ظاہری صفائی کے بارہ میں جو شاندار تعلیم اسلام نے پیش کی اُسے مسلمانوں نے، ہاں اُن مسلمانوں نے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرتے ہیں پس پشت ڈال دیا ہے اور غیر اقوام نے جو آپؐ کی اور آپؐ کی تعلیمات کی دشمن ہیں اس تعلیم کو اپنایا ہوا ہے۔ جسمانی صفائی کے متعلق تو کچھ کہا نہیں جاسکتا لیکن اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ماحول اور شہروں کی صفائی کے لحاظ سے وہ مسلمانوں سے آگے بڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اسلام کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے رُوحانی میدان میں دنیا کے معلم کہلانے کی طرح صفائی اور ظاہری پاکیزگی کے میدان میں بھی دیگر اقوام کے لئے بہترین نمونہ ثابت ہوں۔ آمین +

تیری محفل میں جو بھی جاتے ہیں
اپنی قسمت پہ مسکراتے ہیں

میری خاموشیوں پہ غور تو کر
حال یُوں بھی سُنائے جاتے ہیں

اُس کی رحمت سے ہیں وہ ناواقف
جو خطائیں مری بڑھاتے ہیں

سب گِلے عارضی ہی ہوتے ہیں
تجھ کو دیکھیں تو بھول جاتے ہیں

دِل کی تسکین کے لئے اکثر
اہلِ دل شعر گنگناتے ہیں

زاہد ربانی ملک
ایم۔اے

سیرۃ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ

(مکرم روشن الدّین صاحب صراف - اوکاڑہ)

بچوّں سے محبّت

(۱)

بچپن میں میں دادی صاحبہ کے ساتھ اکثر قادیان آتا جاتا رہا۔ دادی صاحبہ اپنا اکثر وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے گھروں میں گزارا کرتی تھیں اور ہم میاں عبد الحی کے ساتھ گھر میں کھیلتے رہتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ نے ہمیں بھی اپنے بچوں کی ہی طرح سمجھا اور اماں جی نے تو میرے سر کو چوم لینا۔

(۲)

مجھے میرے والد صاحب نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے قادیان بھیجا مگر میرے چچا حضرت میاں احمد الدین صاحب نے حضرت خلیفہ اوّل رضؓ سے مشورہ کیا کہ حضور میرا ارادہ ہے کہ اسے قرآن کریم پڑھوا دوں اور اپنا کام سکھلا دوں۔ آپؓ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اوّل رضؓ نے پہلا سبق مجھے خود پڑھایا۔ پھر حضرت صوفی تصور حسین صاحب سے پڑھا اور باقی اپنے والد ماجد حضرت میاں محمد یوسف صاحب سے پڑھا۔ جب ناظرہ ختم کر لیا تو ترجمہ کا سبق بھی سب سے پہلے آپؓ نے ہی دیا۔

قرآن پاک سے عشق

(۳)

حضرت میاں احمد الدین صاحب کی بڑی لڑکی امینہ بیگم کی عمر چھ سال کی تھی جب اس نے قرآن کریم ختم کر لیا۔ میرے چچا میاں احمد الدین صاحب اس کو لے کر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے پاس قرآن کریم سنانے اور شیرینی تقسیم کرنے کی غرض سے گئے۔ حضرت خلیفہ اوّل رضؓ نے جس جگہ سے پڑھنے کے لئے فرمایا اس نے فرفر صحیح پڑھ کر سنا دیا۔ حضورؓ عاشقِ قرآن تھے بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ اس لڑکی کی جس شخص سے شادی ہوگی وہ شخص بابرکت ہوگا جس گھر میں بیاہی جاوے گی وہ گھر بابرکت ہوگا اور جو شخص ان بتاشوں کو کھائے گا وہ بھی بابرکت ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دعا کی قبولیت کا میں مشاہدہ کر چکا ہوں۔ میری اس بیوی نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے قادیان میں حصہ وصیت ادا کرنے کے بعد جو چھ سات تولے سونا باقی بچا اسے فروخت کر کے دو مکان بنائے اور قادیان ہجرت کی۔

آپؓ کی سادگی

(۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل جب درس کے لئے

تشریف لے جاتے میں آپ کے پیچھے جاتا اور بڑی مسجد والے کنوئیں سے مٹی کا لوٹا پانی سے بھروا کر لاتا اور آپ کے پیچھے کھڑا ہو جاتا۔ جب آپ کو پیاس لگتی تو مڑ کر میرے ہاتھ سے لوٹا لیتے اور اسی لوٹے کے ساتھ ہی پانی پی لیتے اور باقی پانی تبرک کے طور پر میرے دوست بزرگ مجھ سے لیکر پی لیتے۔

(۵)

ایک واقعہ یہ ہے کہ میاں احمد الدین صاحب امرتسر گئے اور وہاں سے سہارنی آم لائے۔ جمعہ کا دن تھا، جمعہ کی نماز پڑھ کر آئے تو دو پراٹھے پکوائے اور مجھے دیئے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رض کے ہاں دے آؤ۔ میں گیا تو حضور رض جمعہ کی نماز پڑھا کر گھر آئے ہی تھے اور چارپائی پر بیٹھے تھے جیسے کھانا پکنے کا انتظار ہو۔ جب میں وہ پراٹھے اور آم لیکر پاس آیا تو آپ رض نے حضرت اماں جی سے (جو آپ کے قریب ہی چوکی پر بیٹھی تھیں) مخاطب ہو کر فرمایا "لو میری روٹی آ گئی"۔

آپ رض کا جذبۂ اطاعت و فدائیت

(۶)

ایک دفعہ یاد نہیں کہ کس بزرگ سے سُنا کہ آپ رض نے فرمایا "مجھے تو اگر حضرت مسیح موعود کی بیٹی امۃ الحفیظ بیگم کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا حکم ملے تو بھی میں تیار ہوں۔

اطاعت کی دوسری مثال

(۷)

ایک دفعہ شیخ نور احمد صاحب کھارہ والے

اُپلوں کا چھکڑا لائے اور حضرت اُمّ المومنین رض کی خادمہ نے آواز دی کہ "حضرت ام المومنین کا اُپلوں کا چھکڑا آیا ہے، ہے کوئی آدمی اُتارنے والا؟" حضرت خلیفہ اول رض نے سُن کر فرمایا کہ "اماں جان سے عرض کرو کہ نور الدین حاضر ہے"۔ اسی وقت دو آدمی آئے اور چھکڑے سے اُپلے اُتار گئے۔

برکت والا ایک پیسہ

(۷)

قادیان میں عبد الحمید نام کے ایک مہاجر تھے ایک دفعہ انہوں نے فروخت کرنے کے لئے بہت سے خربوزے خرید لئے جو فروخت نہ ہو سکے۔ مالک نے سختی سے رقم کا مطالبہ کیا مگر رقم اُن کے پاس نہ تھی انہوں نے آکر میرے چچا میاں احمد الدین صاحب سے ذکر کیا۔ آپ چندہ اکٹھا کرنے لگے۔ حضرت خلیفہ اول رض سے بھی چندہ مانگا۔ آپ رض نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک پیسہ نکلا۔ آپ نے وہی دیدیا اور اس طرح میاں عبد الحمید کی رقم ادا ہو گئی۔

(۱۰)

میرے والد صاحب حضرت حاجی محمد یوسف صاحب نے ایک دفعہ ذکر کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رض سورۂ نور کا درس دے رہے تھے اور فرمایا دیکھو سورۃ بھی نور ہے اور آگے دین بھی آوے گا چنانچہ آپ رض نے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ سے استدلال فرمایا +

محمد انیس الرحمٰن صادق بنگالی
متعلم جامعہ احمدیہ

بنگال کے ایک احمدی مجاہد

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب مرحوم مشرقی پاکستان کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ آپ ۱۸۵۳ء کو مشرقی پاکستان کے علاقہ برہمن بڑیہ میں پیدا ہوئے۔ آپ بچپن سے ہی دینی علوم سیکھنے کا بہت شوق رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے دینی علوم میں دسترس حاصل کی اور اپنے علاقہ کے مشہور علماء میں آپ کا شمار ہونے لگا جب آپ احمدی ہوئے تو آپ نے اس سلسلہ کی خاطر بہت سی قربانیاں دیں۔ آپ حقیقی رنگ میں احمدیت کے سچے عاشق اور اسکے فدائی و شیدائی تھے۔ آپ کے احمدیت قبول کرنیکا واقعہ یوں ہے کہ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ کا علم آپ کے ایک صحابی حکیم قریشی محمد حسین صاحب موجد مفرح عنبری سے ہوا جنہوں نے حضور علیہ السلام کے کچھ حالات اور ریویو آف ریلیجنز کے چند پرچے آپ کے پاس ارسال کئے۔ ان پرچوں میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ایک مضمون پر مولانا صاحب کی نظر پڑی۔ آپ نے اس کو غور سے دیکھا اور اس میں ایک خاص شان و شوکت محسوس کی اور لفظ لفظ میں ایک روشنی دکھائی دی۔ دل نے گواہی دی کہ یہ چیز اہل باطل میں نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ اس شوق میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کچھ کتابیں قادیان سے منگوائیں اور ان کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ پھر حضور اقدس علیہ السلام سے خط و کتابت شروع کر دی اور نہایت ادب سے اپنے شکوک و شبہات حضورؑ کی خدمت میں لکھے جن کا جواب حضورؑ نے اپنے قلم مبارک سے دیا اور براہین احمدیہ حصہ پنجم میں شائع ہو چکا ہے۔ اب صداقت منکشف ہو چکی تھی۔ اگرچہ حق پوری طرح کھل چکا تھا اور احمدیت کے بارے میں شرح صدر بھی حاصل ہو گیا تھا مگر اس خیال سے کہ شاید ہندوستان کے اکابر علماء کے پاس احمدیت کے بطلان کے بارے میں کوئی قطعی دلیل موجود ہو پہلے ان سے ملنے کا ارادہ کیا۔ اس غرض کے لئے آپ اپنے علاقہ سے نکل کھڑے ہوئے اور چند ساتھیوں کو ہمراہ لے کر ہندوستان کا سفر شروع کر دیا اور ہندوستان کے مختلف علاقوں کے بڑے بڑے علماء سے گفتگو کی۔ جب لکھنؤ پہنچے تو یہاں مولانا شبلی نعمانی سے ملاقات ہوئی۔ اُن سے پوچھا کہ قادیانی عقائد کے بارے میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟ انہوں نے یہ کہہ کر سکوت اختیار کر لیا کہ مَیں نے تجربہ کیا ہے کہ جب کسی باطل مذہب کی تردید کی جائے تو وہ اور بڑھتا ہے اور اگر خاموشی اختیار کر لی جائے تو بتدریج ہٹ جاتا ہے۔ الغرض ان سے ملاقات کرنے کے بعد آپ آگے چل پڑے۔ راستے میں مولوی مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی بریلوی فرقہ کے پیرو مرشد مولوی احمد خانصاحب، مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ملاقات کی اور ان سے احمدیت کے بارے میں تبادلہ خیالات کرتے رہے لیکن سب علماء آپ کے سوالات کا جواب دینے سے قاصر رہے۔

آخر کار آپ امرتسر اور بٹالہ ہوتے ہوئے قادیان پہنچے۔ آپ کے قادیان پہنچنے سے قبل ہی حضرت مسیح موعودؑ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اس وجہ سے حضورؑ کے ساتھ آپ ملاقات نہ کر سکے۔ بہر حال آپ قادیان پہنچ کر حضرت خلیفہ اولؓ سے پندرہ دن تک تبادلہ خیالات کرتے رہے اور مزید توقف کئے بغیر آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے بیعت کا شرف حاصل کرنے کے بعد آپ اپنے وطن لوٹے۔

واپسی پر آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے درخواست کی کہ علماء سلسلہ پر مشتمل ایک تبلیغی وفد بنگال بھیجا جائے۔ چنانچہ حضورؓ نے حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ، حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحبؓ، مولوی مبارک علی صاحبؓ اور حضرت میر قاسم علی صاحب کو بنگال بھجوایا اس وفد نے سترہ دن کا تبلیغی دورہ کر کے بنگال میں احمدیت کا پیغام پہنچایا۔ یہ پہلا وفد تھا جو قادیان سے بنگال بھجوایا گیا۔

الغرض مولانا عبد الواحد صاحب مرحوم نے نہایت جوش کے ساتھ احمدیت کی تبلیغ شروع کر دی اور روز بروز تبلیغی مہم کو تیز تر کرتے چلے گئے اور دن رات سلسلہ کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے بنگال کے مختلف علاقوں میں احمدیت کا پرچار کیا۔ دوسری طرف دشمنانِ احمدیت بھی احمدیت کے درپے ہو گئے اور ہر طرح سے اس سلسلہ کو نقصان پہنچانے کی کوشش میں لگے رہے مگر ان کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ مولانا مرحوم ایک لمبے عرصہ تک احمدیت کی تبلیغ کرتے رہے اور براہین قاطعہ و ساطعہ کے ساتھ دشمن کا منہ بند کئے رکھا۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۲ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۳ء تک ایک لمبی مدت کی مجاہدانہ کوشش کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک ہزار سولہ افراد کو احمدیت میں داخل ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی طرح مولانا مرحوم کی وفات تک متعدد افراد آپ کے ذریعہ بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں شامل ہوئے۔ اور برہمن بڑیہ میں ایک مستحکم جماعت قائم کی جو بنگال کی ابتدائی جماعت ہے۔

آپ کی تبلیغ کے ذریعہ جن لوگوں کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت ملی اُن کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ ان میں مولانا ظِلّ الرحمٰن صاحب مرحوم، صوفی مطیع الرحمٰن صاحب (مبلغ امریکہ)، چوہدری مظفر الدین صاحب، زین الحسین خان صاحب، دولت احمد خان صاحب خادم اور غلام صمدانی صاحب خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نے سلسلہ احمدیہ کی بے لوث خدمات سر انجام دیں اور دے رہے ہیں۔

الغرض مولانا عبد الواحد صاحب مرحوم کا ذکرِ خیر مشرقی پاکستان میں ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا اور آئندہ آنے والی نسلیں آپ کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتیں۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ نہایت ہی مخلص، دینِ اسلام کے خادم اور سلسلہ احمدیہ کے فدائی و شیدائی تھے۔ بالآخر یہ مجاہدِ اسلام سنہ ۱۹۲۶ء کو اس دارِ فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے اور اپنے علاقہ برہمن بڑیہ ہی میں دفن ہوئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کرے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین +

میں احمدی کیسے ہوا؟

(محترم فتح محمد صاحب ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر چک ۹۶/۱۲-ایل ضلع ساہیوال)

میں آٹھ دس سال کی عمر کا تھا کہ مسجد میں قرآن مجید پڑھنے جایا کرتا تھا۔ ایک دن میرے نانا جی جو امام مسجد بھی تھے انہوں نے وعظ کی کہ دجّال ظاہر ہوگا جو بہت طاقتور ہوگا۔ مارنا اور زندہ کرنا اس کا کام ہوگا۔ اس پر غلبہ پانے کے لئے حضرت امام مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔ اس پر مجھے بہت فکر ہوا کہ اگر امام مہدی کے ظہور سے پہلے ہی دجال کے قبضہ میں آگیا تو پھر کیا ہوگا۔ آخر جب سب لڑکے پڑھ کر گھروں کو چلے گئے تو میں نے وضو کیا اور ایک بیری کے درخت کے نیچے چھپ کر خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعا کی کہ الٰہی مجھے پہلے امام مہدی علیہ السلام کے پاس جانے کی توفیق دے تاکہ میں دجال کے جال میں نہ پھنس سکوں۔ یہ دعا نہایت زاری کی صورت میں کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے قبول بھی کر لیا۔ سب سے پہلے امام مہدی علیہ السلام کے غلام کے ذریعہ احمدیت سے متعارف ہوا اور انہی کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ میں موضع حمزنج ضلع جالندھر میں پرائمری سکول کا نائب مدرس مقرر ہوا۔ یہاں مولوی عمر الدین صاحبؓ اوّل مدرس تھے۔ آپ احمدیہ جماعت کے امام مسجد بھی تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی حکیم فتح الدین صاحب غیر احمدیوں کے امام مسجد تھے۔ پہلے دن عصر کے وقت جب میں مدرسہ حاضر ہوا تو مولوی عمر الدین صاحبؓ نے مجھ سے پوچھا کہ نماز پڑھو گے؟ میں نے کہا ہاں۔ چنانچہ میں نے آپ کے ساتھ نماز باجماعت ادا کی جو نہایت ہی سکونِ قلب کا موجب ہوئی۔ یہ پہلی نماز باجماعت سکون سے نصیب ہوئی۔ ایک دن میں نے مولوی فتح الدین صاحب سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ مرزا صاحب واقعی عالم اجل تھے، ان کو مجدد کہہ سکتے ہیں۔ اس پر میں نے ان سے کہا کہ امام مہدی علیہ السلام بھی تو مجدد ہی ہوں گے۔ مجدد کا کام دروغگوئی نہیں ہو سکتا۔ آپ کو مولوی عمر الدین صاحب احمدی کے پیچھے نماز ادا کرنی چاہیئے۔ آپ کے پیچھے ان کی نماز نہیں ہوگی جب تک آپ امام وقت کی بیعت نہ کر لیں۔ اس اثناء میں ایک لڑکے نے مجھ سے پوچھا کہ تم احمدی ہو یا غیر احمدی؟ میں نے اس سے پوچھا کہ احمدی سے کیا مراد ہے؟ اس نے کہا کہ جو حضرت مرزا صاحب کو امام مہدی مانتے ہیں۔ جس پر مجھے جستجو ہوئی اور میں نے نشانات کی تلاش شروع کر دی۔

ایک دن مولوی عمر الدین صاحبؓ اور میں دونوں مسجد میں مغرب کی نماز کے لئے آئے تو بارش شروع ہو گئی حتیٰ کہ

عشاء کی نماز بھی ہم دونوں نے ہی پڑھی اور کوئی گیارہ بارہ بجے رات بارش مدھم ہونے پر گھروں کو گئے۔ مولوی صاحب نے مجھے استخارہ کرنے کے لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہی صداقت کھول دے گا۔ اس پر مَیں نے اسی دن دو رکعت نماز ادا کر کے دُعا شروع کی جس پر مجھے خواب دکھائی دیا۔ مَیں نے دیکھا کہ وہی نانا صاحب نماز جمعہ پڑھاتے ہیں خطبہ میں تین بار انہوں نے خواب میں یہ فقرہ دُہرایا "شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب صادق ہیں" جس پر مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر یقین کامل ہو گیا۔ اب یہ خواہش تھی کہ جس قدر جلد ہو سکے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر زیارت کروں۔ چنانچہ مَیں نے مولوی عمرالدین صاحب سے دریافت کیا کہ آپ قادیان کب جائیں گے؟۔ آپ جلدی چلیں مَیں بھی آپ کے ہمراہ جانا چاہتا ہوں کیونکہ عمر ناپائیدار ہے اور مَیں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا بذریعہ ڈاک بھی بیعت ہو جاتی ہے۔ مَیں نے اُسی وقت بیعت کا خط لکھ دیا۔ پھر اپریل کی رخصتوں میں مولوی فرزند علی خان صاحب رضی ناظر بیت المال کے ہمراہ حضرت خلیفہ اوّل رضی کے ہاتھ پر دستی بیعت کی۔ یہ رؤیا بعد میں مخالفین کے لئے بھی ہدایت کا موجب بنی ✦

طاعون کا ٹیکہ

(بقیہ صفحہ ۲۹)

پر چلتے ہوئے میری طرف بڑھے آ رہے ہیں اور انہوں نے دیکھا کہ مَیں طوفان کے تھپیڑوں سے پانی میں گرا پڑا ہوں انہوں نے ہاتھ بڑھا کر دُور سے ہی مجھے ایک لمبا بانس تھما دیا اور خود غائب ہو گئے۔ مَیں نے بانس کی مدد سے وزن برقرار رکھا اور جلد ہی میری نظروں کے سامنے ایک بلند پہاڑ آ گیا۔ اُس وقت مجھے پیاس محسوس ہوئی اور مَیں نے پانی کے لئے پکارا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ مجھ سے بیہوشی دُور ہو چکی تھی اور مَیں پانی مانگ رہا تھا۔ گھر والوں نے جب مجھے بولتے دیکھا تو وہ خوشی سے چلّا اُٹھے کہ ولی محمد اب بچ گیا۔ ولی محمد اب بچ گیا۔!!

مَیں صحت یاب ہو گیا۔ کشتی نوح پر ایمان لے آیا۔ مَیں اب احمدی تھا۔ احمدیت نے مجھے زندگی دی تھی۔ مگر میرے بھائی صاحب مجھ سے بحث ہی کیا کرتے۔ مَیں اُنہیں یہی جواب دیا کرتا، آپ ہی نے تو کہا تھا کہ تم احمدی ہو اور اب آپ ہی اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد بھائی صاحب بھی احمدی ہو گئے۔ اس کے بعد ۲ دو چھوٹے بھائی بھی احمدی ہو گئے۔

ولی محمد صاحب کے ۲ دو بڑے اور دو چھوٹے بھائی تھے۔ سب فوت ہو چکے ہیں۔ کسی نے چالیس پینتالیس سے زائد عمر نہیں پائی مگر ولی محمد صاحب اب بھی اسّی کے قریب عمر میں ہونے کے باوجود خاصے صحت مند نظر آتے ہیں اور نوشہرہ ضلع پشاور میں بڑی اچھی زندگی گزار

(باقی کالم ۳ پر)

رہے ہیں۔ چھ لڑکے ہیں۔ سب ہی اچھے روزگار پر ہیں۔ ولی محمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "کشتی نوح" کا ایک زندہ نشان ہیں ✦

مَیں کیسے احمدی ہُوا؟

(مکرم مستری فقیر محمد صاحب چک ۱۱۶/۱۲-ایل ضلع ساہیوال)

۱۹۱۵ء میں خاکسار چک ۱۱۶/۱۲-ایل میں آکر آباد ہُوا۔ نیا نیا چک آباد ہو رہا تھا۔ مَیں اچھا بڑھئی تھا چک والوں نے مجھے مستری کے طور پر رکھ لیا۔ نماز پڑھنے کی عادت تھی۔ مَیں نے سُنا کہ درود شریف کثرت سے پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جایا کرتی ہے۔ اس پر عمل شروع کیا تو چند دن کے بعد رؤیا میں دیکھا کہ ہمارے چک میں سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ آپؐ گاؤں کے غربی جانب ایک کنوئیں کے پاس مشرق کی طرف مُنہ کر کے تشریف فرما ہیں۔ دوستوں کے ساتھ خوشی خوشی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا اور حضورؐ سے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ مَیں نے حضورؐ کے ہاتھ کو اچھی طرح دیکھنا شروع کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کیا دیکھتے ہو؟ عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں حضور کی انگلیوں میں گانٹھیں نہیں ہیں وہ دیکھ رہا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا لوگ جھوٹ کہتے ہیں۔ میرے ایک کشمیری دوست نے بھی حضورؐ سے مصافحہ کیا لیکن مَیں نے حضورؐ کا ہاتھ آخر تک نہ چھوڑا۔ اسی حالت میں میری آنکھ کھُل گئی۔

ابھی تک مَیں احمدی نہیں ہُوا تھا اور نہ کسی نے مجھے تبلیغ کی تھی۔ اتفاق ایسا ہُوا کہ ایک شادی کے سلسلہ میں مجھے چک ۷/۱۱ ایل نزد ہڑپہ جانے کا موقع ملا۔ وہاں کافی احمدی تھے۔ مَیں ایک سُنار کی دکان پر چلا گیا۔ ان کی دکان میں بہت سی کتب نہایت قرینہ سے رکھی ہوئی تھیں، مَیں نے پوچھا بھائی صاحب یہ کتب کیسی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا یہ حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام کی کتب ہیں۔ یہ سُن کر بہت حیران ہُوا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل میں یہ خیال میخ کی طرح گڑ گیا کہ اتنی زیادہ کتب جو تیار ہو کر چھپ گئی ہیں اور گھر گھر پہنچ گئی ہیں یہ کبھی بھی مٹ نہیں سکتیں۔ جس شخص نے یہ کتابیں لکھی ہیں وہ ضرور راستباز ہے۔ یہ خیال کر کے مَیں نے بیعت کا خط قادیان شریف لکھ دیا اور احمدی ہو گیا۔ الحمد للہ۔

اس کے بعد مَیں جلسہ سالانہ کے لئے قادیان گیا۔ وہاں جب سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی ملاقات کا شرف حاصل ہُوا تو میری حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی یہ دیکھ کر کہ خلیفۃ المسیح کی شکل تو بالکل وہی ہے جو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک شکل مبارک دیکھی تھی۔ ایک عجیب سرور حاصل ہُوا اور جو کیفیت دل کی اس وقت ہوئی وہ بیان نہیں ہو سکتی +

حمید بن نظام جان

طاعُون کا ٹیکہ

حضرت مسیح علیہ السلام نے حواریوں سے اپنے بچھڑنے سے قبل اُن کو بتا دیا تھا کہ میری بعثت ثانیہ اور دوسرے مسیح (موعود) کی آمد کی ایک نشانی یہ ہو گی کہ اُس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے طاعون کو منکرین پر وارد کیا جائے گا۔ اِس حقیقت کو قرآن کریم نے بھی دابّۃ الارض کے مفہوم میں بیان فرمایا ہے۔ اور جب یہ موعود زمانہ آ گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہو گئے تا دینِ اسلام کو اس کی کھوئی ہوئی عظمت دوبارہ بخشنے کے پروگرام کو دنیا میں جاری کریں تو ایک قلیل جماعت نے اُن کی آواز پر کان دھرا اور کثیر تعداد نے آپ کی مخالفت کو اپنا شعار بنا لیا۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر دنیا کو خبردار کر دیا کہ خدا تعالیٰ طاعون کا نشان ظاہر کرنے والا ہے اور اب انسان ایک بہت بڑی ہلاکت کا مُنہ دیکھے گا۔

حکومتِ وقت کی ہزار پیش بندیوں کے باوجود طاعون پھُوٹی اور ہزار کوششوں کے باوجود اس قدر مری پڑی کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئی اہلِ بصیرت کے لئے روشن ہو گئی۔ دابّۃ الارض نے غفلت میں پڑے انسانوں کو کاٹ کاٹ کر جھنجھوڑا اور قصبات کے قصبات موت کی لپیٹ میں آنے لگے۔ اِس بے پناہ تباہی اور ہلاکت سے رعایا کو بچانے کے لئے حکو وقت نے جہاں اور تدابیر اختیار کیں وہاں ہر جگہ طا کا ٹیکہ بھی لگانا شروع کیا تا کسی طور اس بیماری پر پایا جا سکے۔

طاعون ایک عظیم سیلاب کی طرح ہر پہاڑ سے امڈی پڑتی تھی اور جو چھوٹی بڑی آبادی اس کی ز میں آتی تھی اس کے ہر متنفس کو اپنی لپیٹ میں لیکر آ نکل جاتی تھی۔ ایسے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے حضرت نوح علیہ السلام کی طرح ایک کشتی بنائی، تعلیم اور ہدایت کی کشتی — تا جو اپنی جا کو ہلاکت سے بچانے کا خواہاں ہو وہ اس سیلاب عظیم سے نجات پا سکے۔ یہ کشتی نوح بظاہر ایک چھوٹی سی کتاب تھی مگر حقیقت میں ساری دنیا اور انسانیت کو اپنی آغوش میں لیکر اس عظیم ہلاکت سے محفوظ و مامون رکھنے والی کشتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اِس کتاب کے دو اَور نام بھی بیان فرمائے کہ اس سے نہ صرف اِس سیلاب ہی سے بچاؤ ملتا ہے بلکہ یہ ایمان داروں کے ایمان کو مزید تقویت بھی بخشتی ہے اس لئے اس کا نام تقویۃ الایمان بھی ہے، پھر ایسے لوگوں کے لئے جو طاعون کی آغوش میں جا پھنسے ہوں وہ اگر اس تعلیم کو اپنے لئے راہِ نجات سمجھ لیں تو یہی کتاب ان کے لئے طاعون کے ٹیکہ کا کام دیتی ہے اور

اُسے نئی زندگی عطا کرتی ہے۔

پچھلے دنوں مجھے ایک معمر شخص سے ملنے کا اتفاق ہوا جس نے کتاب کشتیِ نوح کی اس تاثیر کے متعلق اپنے ذاتی حالات بتائے۔ ان کے بڑے بھائی شاہ محمد صاحب بمبئی شہر میں جی۔آئی۔پی ریلوے میں انجنیئر تھے۔ یہ لوگ موضع خواص پور ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب) کے رہنے والے تھے اور احمدی نہیں تھے۔ شاہ محمد صاحب کی اہلیہ خواص پور ہی میں تھیں۔ شاہ محمد صاحب نے گھر خط لکھا کہ ان کی اہلیہ کو بمبئی پہنچا دیا جائے۔ گھر والوں نے ولی محمد برادر شاہ محمد کو جن کی عمر بیس پچیس برس کی تھی بھاوج کے ساتھ بمبئی روانہ کر دیا۔ پنجاب کا علاقہ تو خیریت سے نکل گیا مگر دہلی ریلوے اسٹیشن پر ہی ولی محمد صاحب کی بائیں کنج ران میں گلٹی محسوس ہوئی اور بخار چڑھ گیا۔ بمبئی پہنچنے تک وہ بے ہوشی کے قریب پہنچ گئے تھے۔ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ گاڑی سے اُترنا اور تانگہ پر سامان رکھنا تو مجھے کچھ کچھ یاد ہے اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہی۔ گھر والوں کے لئے نہایت پریشانی کا عالم تھا۔ ڈاکٹری علاج کے باوجود آرام کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔

شاہ محمد صاحب کے ایک دوست محمد عثمان صاحب احمدی تھے اور مذہبی امور کے متعلق اکثر ان سے گفتگو رہتی تھی۔ ولی محمد صاحب کے بیان کے مطابق اُن کے بھائی شاہ محمد صاحب کے ایک دوست شیعہ تھے، ایک عیسائی، ایک آریہ اور اس طرح یہ سب مل کر مذہبی بحث میں حصّہ لیا کرتے اور اپنے اپنے مذہب کی بڑائیاں بیان کیا کرتے۔

تکلیف کا عالم جاری تھا کہ ایک روز محمد عثمان صاحب ایک کتاب لائے اور کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ ایک نئی کتاب آئی ہے اور حضور نے اِسے طاعون کا ٹیکہ قرار دیا ہے۔ دوائیں اور ظاہری علاج تو تم سب کر چکے ہو اب آخر میں اِسے بھی آزما دیکھو۔ شاہ محمد صاحب نے وہ کتاب محمد عثمان صاحب کے ہاتھ سے لے لی۔ اُسے دیکھا اور پھر ولی محمد صاحب سے کہا کہ ہم اِسے پڑھتے جاتے ہیں تم اِسے سُنو۔ وہ ساری کتاب ولی محمد صاحب کو پڑھ کر سُنا دی گئی۔ پھر شاہ محمد صاحب نے اپنے بھائی سے کہا تم اب سے احمدی ہو اور اِس کتاب میں بیان کردہ باتوں پر یقین لاتے ہو؟ ولی محمد صاحب نے اثبات میں سر ہلایا اور اب کتاب کے ٹیکے کی تاثیر کی آزمائش شروع ہو گئی۔

ولی محمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ مجھے بخار کا اسقدر زور ہوتا تھا کہ میں اکثر بے ہوشی میں پڑا رہتا تھا۔ بخار کا تیسرا روز تھا مجھ پر پھر بے ہوشی کا شدید غلبہ ہو گیا، ایسا شدید کہ گھر والوں کو میرے جانبر ہونے کی کوئی امید نہ رہی۔ خوراک میں نہ کھا سکتا تھا، زبان سے بول نہیں سکتا تھا۔

اسی بے ہوشی کے عالم میں مَیں نے ایک خواب دیکھا کہ میرے چاروں طرف دُور دُور تک پانی ہی پانی ہے اور مَیں ایک تنگ سے تختے سے لپٹا اِس طوفان میں بڑی سرعت سے بہا جا رہا ہوں۔ کنارا کہاں ہے، کچھ خبر نہیں۔ زندگی کی کوئی امید نہیں۔ مَیں سخت گھبراہٹ اور پریشانی سے دوچار ہوں۔ اچانک مَیں نے دیکھا کہ ایک بزرگ پانی

(باقی صفحہ ۳۲ پر)

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے ساتھ ایک شام

(مکرم عبد السلام صاحب اختر ایم-اے)

ربوہ کے اکثر دوستوں کو علم ہوگا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب ہومیو پیتھک طریقِ علاج میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہایت قابلِ رشک مہارت رکھتے ہیں۔ اور پھر وہ اکثر اوقات مستحق افراد اور مریضوں کو مفت دوا دیتے ہیں۔ اُن کا یہ جذبہ فقط خدمتِ خلق کے طور پر ہے اور ہر لحاظ سے قابلِ تعریف!
اسی سے متاثر ہو کر مکرم عبد السلام صاحب اختر نے یہ اشعار کہے ہیں ——— (ایڈیٹر)

عالمِ ربوہ پہ جب وقتِ وداعِ شام تھا
اُس گھڑی میں ہم رکابِ سیّدِ خُدّام تھا

اُٹھ کے مسجد سے چلے تھے میرزا طاہر۔ مگر
دائیں بائیں مختصر سا حلقۂ خُدّام تھا

خوش کلامی سے ہُوا جاتا تھا طے اِک اِک قدم
اُن کی اِک اِک بات تھی یا رس بھرا اِک جام تھا

یُوںہی باتیں کرتے کرتے پہنچے جب گھر کے قریب
گھر کے دروازے کے باہر اِک ہجُومِ عام تھا

عورتیں - بچے - بڑے - چھوٹے سبھی موجود تھے
کوئی تھا بیمار - کوئی کشتۂ ایام تھا

سیدِ طاہر تھے یا تھی درد کی چارہ گری
یہ مسیحا دست تھا یا دستِ گل اندام تھا

کیا مروّت تھی کہ ہر چھوٹا بڑا تھا شاد کام
کیا سخاوت تھی کہ جاری ایک فیضِ عام تھا

آ گئی جب میری باری میں بھی کچھ آگے بڑھا
کشتگانِ شوق کے آخر میں میرا نام تھا

عرض کی میں نے کہ اے دردِ دروں کے چارہ ساز!
آپ کا حسنِ عمل کس چیز کا انعام تھا

ہنس کے یہ کہنے لگا وہ مردِ آفاقی مجھے
"میرا یہ جذبہ فقط اک خدمتِ اسلام تھا"

جناب نسیم سیفی

پیامِ سلام

اُلفت کی مسافت میں ایسے بھی مقام آئے
اپنے تو رہے چُپ چُپ غیروں کے پیام آئے

اب پینے پلانے کی کچھ اور ہی رسمیں ہیں
کیا جانیے محفل میں گردش میں نہ جام آئے

دیوانگی و وحشت اُلفت کا تقاضا ہیں
کچھ چاک گریباں ہی کام آئے تو کام آئے

وہ چُپ ہوں تو ہر شے کو لگ جاتی ہے اک چُپ سی
ہنس دیں تو مقدر کے کاتب کا سلام آئے

جس صبحِ درخشاں کی مغرب سے کرن پھوٹی
اس پر نہ کبھی یارب اندیشۂ شام آئے

بے ہوشی و مستی میں اِک سجدۂ رندانہ
اس لغزشِ الفت کا اب کیف، مدام آئے

آنے سے نسیم ان کو انکار نہیں لیکن
آنے کے لئے آخر کوئی تو پیام آئے

"تمہیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے؟"

چند روز ہوئے چناب ایکسپریس کے سفر میں ایک عجیب مسافر سے واسطہ پڑا۔ راولپنڈی سے وہ ذاتِ شریف عازمِ سفر ہوئے اور یاد نہیں رہا کہ کہاں نزول فرمایا۔ متشرع داڑھی، عابد زاہد بھی ہوں گے۔ ان کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ ریلوے کے ملازم ہیں۔ کوئی ایسا محکمہ ہو گا جس سے بیچارے قلی وغیرہ خاص طور پر ڈرتے ہوں گے۔ قلی نے سامان رکھا اور اُن کے کسی ساتھی کا بھی سامان رکھا۔ قلی نے ریلوے کے ملازم صاحب سے تو کچھ نہ مانگا مگر اُن کے رفیقِ سفر سے کچھ طلب کیا تو حضرت مولانا گرجے —— "تجھے معلوم نہیں میں ریلوے کا ملازم ہوں اور یہ میرے ساتھی ہیں۔ بھاگ جا، جو چونی اٹھنی دی ہے اُسے ہی غنیمت سمجھ۔" وہ قلی یہ "مالِ غنیمت" لے کر چلا گیا —— لیکن مولانائے مکرم نے بے نقط اور کچھ با نقط سُنائیں اور یہ ورد بے چارے قلی کے چلے جانے کے بعد بھی دیر تک جاری رہا۔ اس کے بعد انہوں نے قلی پر رحم کھا کر اُسے بخش دیا۔ لیکن مختلف چیزوں پر تبصرہ کرنا شروع کیا۔ "سالہ" "سالی" آپ کا تکیۂ کلام تھا۔ "قلی" —— "ریل کا انجن" —— "بیت الخلاء" —— "چائے کی پیالی" —— "چائے کی پتی" —— "حلوہ" —— "پکوڑے" —— "حکومت پاکستان" —— "انگریز" —— "شاستری جی" —— "ویٹ نام" —— اور نہ جانے کن کن اصحاب، اشیاء اور عناصر و مرکبات کو یہ "شرف" عطا ہوا۔!!

ایک بوڑھا جو وضع قطع سے تیسرے درجے کا مسافر معلوم ہوتا تھا وہ غلط فہمی سے اس ڈبے میں آ گیا اور اُن کے ساتھ والی نشست پر سہم کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے نہایت سختی اور بے رحمی سے اُس بزرگ کو اُٹھایا اور اس ڈبے سے بھگا دیا اور پھر اپنے چوڑے چکلے مشٹنڈے ساتھی کو اس کی جگہ بٹھانے کے بعد غالباً دس پندرہ مرتبہ کہا کہ —— "اس سالے بڈھے کو میں نے دھکے دے کر نکال دیا۔" اس کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ گاہے گاہے بوڑھے کو نکالنے کے کارنامے کا بڑے ناز سے ذکر کر دیتے اور ان کی گردن فخر سے تن جاتی۔ میرا خیال ہے سکندر نے آدھی دنیا فتح کر کے بھی یہ لذت نہ اٹھائی ہو گی —— کچھ دیر کے بعد فرمایا —— "سفر ایک ایسی چیز ہے کہ تعاون، شفقت اور محبت سے گزارا کرنا چاہیئے اور بدسلوکی سے بچنا چاہیئے" وغیرہ وغیرہ۔ اُن کے اِس وعظ کو سُن کر مجھے قرآن کریم کی یہ آیت یاد آئی "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" —— اور میں دیر تک سوچتا رہا کہ اِس قسم کے لوگ خدا جانے

کتنی تعداد میں ہمارے معاشرے میں موجود ہیں !!—— اور اسلامی نظامِ اخلاق کا مذاق اُڑا رہے ہیں —— مَیں نے اس سوچ کے قلزم میں کھو کر دیکھا کہ درکِ اسفل کے سرکش شعلے کس کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے بے چین ہیں —— خوف کے مارے مَیں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں ۔!!!

(لطف الرحمٰن محمود)

"ملاقات"

ایک عرصہ کی بات ہے کہ خاکسار علی الصبح ایک کام کے سلسلہ میں باہر جا رہا تھا۔ جب بازار میں سے گزرا تو ایک ایسے دوست سے سامنا ہوا جو بالکل اجنبی معلوم ہوتے تھے لیکن ان کی شکل و صورت، لباس اور عادات و سکنات سے یہ بخوبی معلوم ہو رہا تھا کہ یہ ضرور احمدی ہیں۔ ابھی مَیں اسی خیال میں غلطاں و پیچاں چند قدم ہی آگے بڑھا تھا کہ یہ صاحب مجھے دیکھتے ہی فوراً گویا ہوئے "السلام علیکم!" جب مَیں نے سلام کا جواب دیا تو فوراً دوسرا سوال کر دیا کہ "آپ کو میاں صاحب کے گھر کا پتہ ہے؟" مَیں چند ساعت خاموش رہنے کے بعد بولا "کیا آپ امیر صاحب جماعت احمدیہ جھنگ صدر کے گھر کے متعلق دریافت فرما رہے ہیں؟" جس پر انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ چنانچہ مَیں نے فوراً کہا "چلیں میں آپ کو میاں صاحب (یعنی محترم جناب شیخ محمد بشیر احمد صاحب علی امیر جماعتہائے احمدیہ جھنگ صدر) کے مکان تک پہنچا آؤں۔" چنانچہ ہم دونوں میاں صاحب کے مکان کی طرف چل پڑے ۔

راستہ میں مَیں نے اُن سے دریافت کیا کہ "آپ کو کیسے علم ہوا کہ مَیں احمدی ہوں؟" جس پر انہوں نے مسکرا کر جواب دیا کہ "آپ کی شکل دیکھ کر" اِس بات نے ... منٹ تک مجھے ورطۂ حیرت میں ڈالے رکھا کیونکہ عاجز گنا ہگار ایک عام لباس میں تھا اور برہنہ سر ... اس کے برعکس ان کا اسلامی لباس[1] احمدی ہونے کا ... شاہد تھا۔ اور نہ مجھے یہ بھی علم نہیں تھا کہ وہ مجھے اِس حالت میں دیکھ کر پھر "احمدی" سمجھتے ہوئے مجھ سے ہمکلام ہو ... ہیں! مَیں اپنی اِس حالت کا اندازہ لگا کر دل ہی دل میں ... شرمندہ ہوا۔

باتوں باتوں میں یہ پتہ لگا کہ وہ جامعہ احمدیہ ... فارغ التحصیل طالب علم ہیں، انہوں نے آخری کلاس ... کا امتحان پاس کر لیا ہے۔ چنانچہ اُن سے مل کر مجھے ... ازحد خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے ایک خادمِ سلسلہ ... خدمت کا موقعہ اِس رنگ میں عطا فرمایا۔ مَیں ان کو ... میاں صاحب کے گھر تک پہنچا آیا اور پھر اجازت لے کر واپس اپنے کام پر روانہ ہو گیا۔ میرا دل خدا ... کے لئے تشکر و امتنان سے لبریز تھا کہ وہ جب کسی ... سے کوئی نیکی کا کام لینا چاہتا ہے تو کیسے کیسے مواقع ... پیدا فرما دیتا ہے جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۔

(منظور احمد نثار۔ جھنگ صدر)

---

[1] اسلامی لباس تو لباسِ تقویٰ ہے۔ (ایڈیٹر)

شعبہ تربیت خدام الاحمدیہ
مرکزیہ

سگریٹ نوشی

(مکرم قاضی نعیم الدین احمد صاحب مبلغ مشرقی افریقہ)

"میں سگریٹ پینے سے تنگ آچکا ہوں۔ یہ بالکل ہی لغو اور بیکار کام ہے اور میں اس کو جلد ہر قیمت پر چھوڑ دینا چاہتا ہوں" ——— یہ اور اس قسم کے اور فقرے دہراتے ہوئے متعدد سگریٹ نوش آپ کو ملیں گے اور شاید ہی کوئی سگریٹ پینے والا ایسا ہو جس نے کئی مرتبہ اس بات کا اظہار نہ کیا ہو کہ وہ سگریٹ نوشی کی عادت چھوڑنا چاہتا ہے۔

سگریٹ نوشی دو پہلوؤں سے قابلِ اعتراض ہے۔ ایک تو مذہب نے اس کو اچھا نہیں سمجھا اور دوسرے اس سے صحت پر بد اثرات پڑتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات یہ جان لیوا ثابت ہوتا ہے۔ اسلام نے تو انسان کو ہر لغو فعل سے باز رکھا ہے اور فلاح پانے والے مومنین کی ایک صفت یہ بھی بتائی ہے هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ۔ کہ مومن ہر لغویات سے پرہیز کرتے ہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ سگریٹ نوشی ایک لغو عادت ہے جس کا اکثر سگریٹ نوش بھی اظہار کرتے ہیں۔

سگریٹ نوشی کے خطرناک پہلو کے بارہ میں اکثر اخبارات و رسائل میں شذرات شائع ہوتے رہتے ہیں اور آئے روز متعدد حلقوں میں اس کے خلاف آواز اٹھتی رہتی ہے۔ حال ہی میں ہاؤس آف کامنز (House of Commons) میں لیبر پارٹی کے ممبر ڈاکٹر جان وڈی (Dr. John woody) نے یہ تجویز پیش کی کہ حکومت سگریٹ سے پیدا ہونے والے کینسر کی روک تھام کے لئے قدم اٹھائے۔ سگریٹ نوشی کی اشتہار بازی بالکل محدود کر دی جائے اور سگریٹ کی فروخت پر بہت بھاری ٹیکس لگائے جائیں۔ کیونکہ سگریٹ نوشی نہ صرف مہلک ہی ہے بلکہ فضول خرچی ہے اور عقل کے خلاف ہے۔ اسی موقعہ پر برطانیہ کے وزیر صحت Kenneth Rolinson نے اس امر کا بھی انکشاف کیا کہ اٹھاون دس ہزار اہلِ کینیڈا نے سگریٹ نوشی ترک کر دی ہے۔

سگریٹ کی وجہ سے کینسر کا مرض اس قدر بڑھ چکا ہے کہ اب حکومتوں کی توجہ اس طرف مبذول ہو رہی ہے کہ کس طرح عوام کو سگریٹ نوشی کی عادت سے چھٹکارا دلوایا جائے۔ انگلینڈ ہی میں ۱۵ کلینک ایسے ہیں جو سگریٹ نوشی کی عادت ترک کرنے کے لئے دو قسم کی سہولت اور مدد دیتے ہیں۔

ان باتوں کے علاوہ سگریٹ نوشی سے افراد کو مالی نقصان بھی ہوتا ہے اور ایک کثیر رقم اس پر خرچ ہو جاتی

ہے۔ اس بارہ میں دلچسپ اعداد و شمار بھی دیکھنے میں آتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر رقم خرچ کر کے انسان بیماری مول لیتا ہے۔ چنانچہ طب خبر نامہ لکھتا ہے:۔

"پاکستانی شہری سال بھر میں ایک ارب دس کروڑ روپے مالیت کی سگرٹیں پی جاتے ہیں۔ اس طرح ایک دن میں ۳۰ لاکھ ۱۳ ہزار روپے اور ایک گھنٹہ میں ایک لاکھ ۵ ہزار روپے مالیت کی سگرٹیں پی جاتی ہیں۔ ان میں غیر ملکی ساخت کے سگریٹ، سگار اور تمبا کو شامل نہیں ہے جو پاکستان میں فروخت ہوتا ہے۔ مرکزی وزارت خزانہ کے شائع کردہ کتابچہ میں دیئے گئے اعداد و شمار کے مطابق گزشتہ سال کے دوران پاکستان میں ۲۲ ارب سگریٹ تیار کئے گئے۔ اس طرح سگریٹ سازکارخانوں نے ان کی فروخت سے ایک ارب دس کروڑ روپے حاصل کئے۔ اس رقم سے ستائیس سپر سانک لڑاکا جٹ طیارے یا ساڑھے پانچ سو ٹینک یا بحریہ کے لئے دس تباہ کن جہاز خریدے جا سکتے ہیں۔" (طب خبر نامہ)

سگریٹ کی عادت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے مختلف قسم کی تدابیر بتلائی جاتی ہیں لیکن سب سے زیادہ اہم اور مؤثر بات یہ ہے کہ سگریٹ پینے والا خود ہی مصمم ارادہ کرے کہ وہ سگریٹ پینا چھوڑ دے گا۔ عجیب بات ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ ہر ۸ جہازوں میں سے ایک تباہ ہو جائے گا تو کوئی بھی جہاز پر سوار نہ ہوگا لیکن سگریٹ نوش اس قسم کا خطرہ مول لے لیتے ہیں۔ سگریٹ نوش اگر یہ خیال کرے کہ اس کو چھوڑ کر اسے کتنے فوائد حاصل ہونگے تو شاید وہ اس عادت کو بالکل ہی ترک کر دے — کیا آپ نے کبھی سوچا کہ اس عادت کو چھوڑ کر — آپ کتنا زیادہ زندہ رہ سکتے ہیں — بچوں پر کتنا اچھا اثر ڈال سکتے ہیں — کتنا وقت اور پیسہ بچا سکتے ہیں؟ یہ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

قارئین کرام اور مضمون نگار حضرات!!

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ نے رسالہ خالد اسلیئے جاری فرمایا ہے تاکہ خدام کے اندر تحریر کا ملکہ پیدا کیا جائے لہذا مضمون نگار حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ وہ سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے شاگرد ہونے کی حیثیت سے رسالہ خالد کے لئے مضامین لکھ کر مرکز میں بھجوائیں۔ قائدین کرام اپنے خدام کو جو تحریر کا ملکہ رکھتے ہو مضامین لکھنے کی تحریک کریں۔ اسی طرح نظمیں لکھنے والے خدام بھی اس طرف توجہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں قائدین کرام اپنی ماہانہ رپورٹ کی مختصر کارگزاری علیحدہ بھی شعبہ اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ کو بھجوایا کریں جو خالد میں شائع کی جایا کریگی۔ (مہتمم اشاعت مرکزیہ)

ملک محمد سلیم صاحب
جامعہ احمدیہ

طنز و مزاح کا فنّی جائزہ

طنز و مزاح کا باہمی تعلق

مزاح نگار اور طنز نگار دونوں ہی سنجیدہ کائنات میں "تبسم کی بجلیاں بھرتے ہیں اور افسردگی کے ماحول کو قہقہوں کی شکل میں بدل دیتے ہیں۔ دونوں کا موضوع ایک ہی ہے ـــــ یعنی ہنسی، تبسم اور قہقہہ۔!

لیکن طنز و مزاح میں کچھ فرق بھی ہے اور وہ یہ کہ مزاح نگار اس فرد کے ساتھ جس کا وہ مذاق اُڑا رہا ہوتا ہے خود بھی شامل ہو جاتا ہے۔ وہ خود بھی ہنستا ہے اور قہقہے لگاتا ہے۔ مگر طنز نگار جس کا مذاق اُڑاتا ہے اس کے ساتھ اُسے کوئی ہمدردی نہیں ہوتی۔ وہ اس پر بڑی بے رحمی سے اس کی کمزوریاں اور خامیاں واضح کرتا چلا جاتا ہے۔ مزاح کا مقصد عموماً ہنسنا اور ہنسانا ہوتا ہے، اس کے لہجے میں تلخی اور اس کے دامن میں "نشتریت" نہیں ہوتی۔ مگر طنز اپنے پہلو میں تبسم کے پھولوں کے ساتھ تلخی کے کانٹے بھی لئے ہوئے ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر مزاح اگر میٹھی گولی ہے تو طنز Sugar Coated ایسی زہریلی گولی ہے جو ـــــ ہے۔

رونالڈ ناکس (Ronald Knox) نے اپنے ایک مضمون میں طنز و مزاح کے باہمی فرق کو اس فقرہ میں بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ:۔

"مزاح نگار ہرن کے ساتھ بھاگتا ہے، مگر طنز نگار کُتوں کے ساتھ شکار کھیلتا ہے۔"

موضوع کی اہمیّت

مزاح کی اہمیت اس بات میں ہے کہ یہ ہماری سنجیدہ، پھیکی اور بعض اوقات بدمزہ زندگی میں قہقہے بھر دیتی ہے اور روتے ہوئے چہرے مزاح کی پھلجھڑیوں سے ہنس پڑتے ہیں۔ مزاح انسان کو زندہ رہنے کا حوصلہ عطا کرتی ہے۔ اُسے یاس و نا اُمیدی اور قنوطیت کے ریگزاروں سے نکال کر اُمید، خوشی اور مسرت کے متبسم لالہ زاروں میں لے آتی ہے۔ لیکن طنز کی اہمیت اس وجہ سے ہے کہ وہ کسی فرد، معاشرے یا کسی قوم کو اس کے رِستے ہوئے ناسوروں کی طرف متوجہ کر کے ان کی اصلاح کی طرف مائل کرتی ہے۔

ہنسی کے بارے میں مختلف نظریات

لیکن ہنسی ہے کیا چیز؟ یہ کب اور کیوں

پیدا ہوتی ہے۔ یہ نہایت اہم اور علمی سوالات ہیں۔ ارسطو سے لے کر آج تک مختلف لوگوں نے ان سوالات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے۔

ارسطو کا نظریہ

ارسطو کہتا ہے کہ ہنسی کسی کمی یا بدصورتی کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہے بشرطیکہ یہ کمی یا بدصورتی تکلیف دہ نہ ہو۔"

سترھویں صدی عیسوی میں ہابز نے یہ نظریہ لوگوں کے سامنے رکھا کہ:۔

"ہنسی کچھ نہیں سوائے اس جذبۂ فخر یا احساسِ برتری کے جو دوسروں کی کمزوریوں یا اپنی گزشتہ خامیوں سے تقابل کے باعث معرضِ وجود میں آتا ہے۔"

(Hobbes - Human Nature in works. Vol. IV. P. 46)

لیکن جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا ہوگا ارسطو کے نظریہ اور ہابز کے نظریہ میں صرف الفاظ کا فرق ہے ورنہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے اور دونوں اسی بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ ہنسی افراد یا معاشرے کی ناہمواریوں کو محسوس کر لینے سے پیدا ہوتی ہے۔

شوپنہار کے نزدیک "ہنسی تخیل اور حقیقت کے مابین ناہمواری کی موجودگی کو اچانک محسوس کر لینے سے پیدا ہوتی ہے۔"

(The world as will and Idea. P. 130)

قریباً اسی سے ملتا جلتا نظریہ ایمونیول کانٹ کا ہے جو کہتا ہے کہ ہنسی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب کوئی چیز ہوتے ہوتے اچانک رہ جائے۔

میکس ایسٹ مین نے ارسطو اور کانٹ کے ان دو بظاہر مختلف نظریات کی نہایت عمدگی سے تشریح کی ہے۔ وہ اپنی کتاب "Enjoyment of Laughter" کے صفحہ ۲۵ پر لکھتا ہے کہ بچے کو ہنسانے کے دو آسان طریقے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ ہنسیں۔ جب بچہ آپ کی طرف متوجہ ہو جائے تو آپ اپنے چہرے کے خطوط کو اس طرح سکیڑیں کہ آپ کی صورت خوفناک دکھائی دے اس پر بچہ ہنس دے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کوئی ایسی چیز ہاتھ میں لے کر بچے کے قریب لے جائیں جسے بچہ پسند کرتا ہے لیکن جب وہ ہاتھ بڑھا کر اسے لینا چاہے تو مسکرا کر اپنا ہاتھ کھینچ لیں۔ پہلا طریقہ ارسطو کے نظریہ بدصورتی کی وضاحت کرتا ہے اور دوسرا کانٹ کے اس نظریہ کی تشریح کرتا ہے کہ ہنسی توقعات سے پیدا ہو کر اچانک ختم ہو جانے سے پیدا ہوتی ہے۔

پروفیسر سلی نے بیسویں صدی کے آغاز میں اپنی شہرۂ آفاق کتاب "An Essay on Laughter" میں ہنسی کے ان دونوں نظریات کو یکجا کر کے ان میں مزید اضافے کئے۔ اس نے ثابت کیا کہ ہنسی مسرت کے اچانک

سیلاب سے پیدا ہوتی ہے جو کسی بیرونی دباؤ کے ہٹ جانے یا کسی غیر متوقع شے کی اچانک آمد سے پیدا ہوتا ہے۔

پروفیسر سلّی[2] کے بعد مزاح کے موضوع پر دو نہایت ہی قیمتی کتب معرضِ وجود میں آئیں۔ یہ دونوں کتب ہنسی کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے روشنی کے مینار کا کام دیتی ہیں۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر سگمنڈ فرائڈ کی کتاب "Wit and its relation to the unconcious" اور دوسری کتاب "Laughter" ہے جسے برگساں نے تصنیف کیا ہے۔

برگساں کے نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ زندگی حرکت کا نام ہے۔ جہاں اس میں جمود پیدا ہوتا ہے، بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ سرکس کا مسخرہ فرضی کرسی پر بیٹھتے ہوئے اچانک زمین پر دھڑام سے گرتا ہے تو ہنسی آجاتی ہے۔

فرائڈ نے مزاح کی چار اقسام بیان کی ہیں:۔

(۱) بے ضرر لطائف۔ (۲) مفید لطائف۔

(۳) مضحکہ خیز مزاح (۴) اور خالص مزاح۔

بے ضرر لطائف کے ذریعہ انسان واپس اپنے بچپن میں آجاتا ہے، اس طرح اس کی "بالغ زندگی" میں جو بچت پیدا ہوتی ہے وہ ہنسی کی صورت میں "بہہ نکلتی ہے"۔

مفید لطائف کے ذریعہ ہنسی یا متشدد دانہ جذبات کی تسکین ہو جاتی ہے۔ اس طرح جو طاقت بچتی ہے وہ ہنسی کی شکل میں سامنے آتی ہے۔

تیسری قسم مضحکہ خیز مزاح ہے۔ اس سے حصولِ مسرّت کے لئے فرائڈ نے لکھا ہے کہ اس میں مزاح قوّتِ تخیّل میں بچت سے پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک کام کو ہم بہت مشکل سمجھتے ہوئے پوری سنجیدگی اور تیاری سے اس کو کرنا چاہتے ہیں لیکن ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ کام تو ہمارے اندازے سے بہت کم مشکل ہے تو اس طرح ہماری قوتِ تخیّل میں جو بچت پیدا ہوتی ہے وہ ہنسی کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اور آخر میں خالص مزاح کو فرائڈ نے قوّتِ جذبات میں بچت کا نتیجہ قرار دیا ہے، اس کی مثال یہ ہے مثلاً کوئی شخص اپنے پاؤں کو سہلاتا ہوا بازار کے عین درمیان میں سڑک پر "ہائے مر گیا"! کہتا ہوا گر جائے اور جب لوگ اس کے پاس اظہارِ ہمدردی کے لئے دوڑ کر آئیں اور پوچھیں "کیا ہوا؟" اور وہ بڑے اطمینان سے کہدے "عیسیٰ مر گیا" تو اس طرح ہماری جمع شدہ ہمدردی، ہنسی کی صورت میں بہہ نکلتی ہے۔

فرائڈ کے بعد گریگ، ایسٹ مین اور آرتھر کوسلر نے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے ان میں آرتھر کوسلر کے نظریہ کو دورِ حاضر کی جدید ترین تحقیق کہہ سکتے ہیں لیکن انکے نظریات کی وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ ان تینوں نے بنیادی طور پر فرائڈ ہی کا نظریہ پیش کیا ہے۔

یہ تھی ہنسی کے نظریات کی ارتقائی تاریخ جس میں ہم نے ہنسی اور طنز و مزاح کا فنی نقطۂ نظر سے مطالعہ کیا لیکن وہ منبع کہاں ہے جس سے طنز و مزاح کے سوتے پھوٹتے ہیں اسکا جواب ہم اپنے اگلے مضمون "طنز و مزاح کے اجزائے ترکیبی" میں دیں گے۔ انشاءاللہ تعالیٰ +

اشعب کی دل لگی!

ابو الفرج اصفہانی (۲۸۴ھ تا ۳۵۶ھ) کا شمار عربی ادب کے نامور ادیبوں میں ہوتا ہے ابو الفرج بنی امیہ کے آخری تاجدار مروان بن محمد ابو الفرج کے اجداد میں سے تھا۔ اپنے زمانے کے چوٹی کے ادیب اور مصنف تھے۔ فنِ شاعری میں بھی عبور رکھتا۔ بے شمار کتابیں تصنیف کیں۔ ان کی کتاب "الاغانی" جس کا پورا نام "رنات المثالث والمثانی فی روایات الاغانی" ہے۔ عربی ادب کی مشہور ترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اربابِ نظر اس امر پر متفق ہیں کہ اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب نہیں لکھی جا سکی۔

اس کتاب کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ صاحب بن عباد جیسا عالم، فاضل اور کتابوں کا قدردان یہ کہتا ہے کہ "میرے کتب خانے میں ایک لاکھ ستر ہزار کتابیں ہیں لیکن اس کتاب سے بڑھ کر کوئی میری انیس نہیں۔ ہر وہ چیز جس کی مجھے تلاش و جستجو تھی اس کتاب میں مل گئی ہے"۔

ذیل میں اس کتاب کا ایک دلچسپ واقعہ قارئین خالد کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی گاہے گاہے بعض واقعات ترجمہ کر کے پیش کئے جائیں گے۔ (م۔ ش۔ ق)

اشعب جسے امیر الطفیلین بھی کہا جاتا ہے عربی ادب کی جانی پہچانی شخصیت ہے بڑا حریص اور لالچی شخص تھا۔ عربوں میں یہ مثل مشہور ہے کہ "اطمع من اشعب" یعنی فلاں شخص اشعب سے بھی زیادہ لالچی ہے۔ اسی اشعب کا واقعہ ہے کہ اسے سالم بن عبداللہ نے ایک مرتبہ کہا کہ اے اشعب "آج ہمارے ہاں حلوہ پکا ہے کیا تم کھاؤ گے؟"۔ اشعب نے جواب دیا "میرے ماں باپ آپ پر قربان کیوں نہیں! ضرور حاضر ہونگا۔ سالم کہنے لگے، تو پھر ہاں آؤ!۔ اشعب اچھا کہہ کر گھر کی طرف چل دیا۔ گھر پہنچا تو بیوی کہنے لگی کہ عبداللہ بن عمرو آئے تھے وہ آپ کو کھانے کی دعوت دے گئے ہیں

اشعب کہنے لگا "کم بخت سالم بن عبداللہ نے میری حلوے کی دعوت کر رکھی ہے اور تم عبداللہ بن عمرو کی دعوت لئے بیٹھی ہو، سالم بن عبداللہ کے ہاں تو میں ضرور ہی جاؤں گا۔"

بیوی کہنے لگی "اے کیا غضب کرتے ہو اگر تم عبداللہ بن عمرو کے ہاں نہ گئے تو وہ خفا ہو جائینگے"۔

اشعب کہنے لگا "خواہ کچھ بھی ہو پہلے میں سالم کے ہاں جاؤں گا، وہاں سے فارغ ہو کر پھر عبداللہ بن عمرو کے ہاں جاؤں گا۔"

اشعب مقررہ وقت کے مطابق سالم بن عبد اللہ کے ہاں جا دھمکے اور وہاں تھوڑا تھوڑا کھانا شروع کر دیا۔ سالم کہنے لگے۔ "اشعب میاں! اچھی طرح کھاؤ اور جو بچ رہے اُسے گھر بھیج دو۔"

"مَیں بھی اِسی فکر میں تھا"۔ اشعب کہنے لگا۔

سالم نے اپنے خادم کے ذریعہ باقی ماندہ کھانا اشعب کے گھر بھجوا دیا۔ اشعب جب گھر پہنچا تو بیوی کہنے لگی کہ "عبد اللہ بن عمرو آئے تھے اور وہ تم سے سخت ناراض ہیں۔ اُنہوں نے یہ قسم کھائی ہے کہ ایک ماہ تک تم سے بات نہیں کریں گے۔"

اشعب بیوی سے کہنے لگا۔ "دیکھا جائے گا۔ تم مجھے تھوڑا سا زعفران لادو۔" جب زعفران آیا تو اشعب نے مُنہ ہاتھ دھو کر اچھی طرح چہرے پہ زعفران لگایا اور تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ گیا۔ جب زعفران نے اپنا زردی مائل رنگ ظاہر کیا تو اشعب عصا ٹیکتے ہوئے عصا کا سہارا لیتے ہوئے غسل خانہ سے نکلا اور عبد اللہ بن عمرو کے ہاں جا پہنچا۔ دربان نے جب یہ حالت دیکھی تو پوچھا "کیوں اشعب کیا بات ہے؟ کیا کچھ بیمار ہو؟"

جب اشعب عبد اللہ بن عمرو کے پاس پہنچا تو اتفاق سے اسی وقت سالم بن عبد اللہ (جن کے ہاں سے اشعب حلوہ کی دعوت اُڑا کے آئے تھے) وہاں پہنچ گئے اور اشعب کو دیکھ کر کہنے لگے "تمہیں کیا ہوا؟ ابھی تھوڑی دیر تو گزری ہے کہ تم میرے ہاں حلوہ اُڑا رہے تھے۔" "مَیں؟ کب اور کس وقت؟" اشعب فوراً بولا۔

سالم کہنے لگے۔ "خوب کہی! ارے مَیں نے تمہیں دعوت پر نہیں بلایا تھا؟ اور کیا تم نہیں آئے تھے؟"

اشعب کہنے لگا "نہیں جناب غالباً آپ کو غلط فہمی ہو گئی ہے۔"

سالم کہنے لگے۔ "آخر تمہارا ان باتوں سے مطلب کیا ہے؟"

اشعب کہنے لگا کہ "مَیں تو ایک مہینے سے اپنے گھر سے ہی باہر نہیں نکلا اور آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ مَیں آپ کے ہاں سے دعوت کھا کر آ رہا ہوں۔"

عبد اللہ بن عمرو نے جب یہ حالت دیکھی تو سالم سے کہنے لگے کہ "تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کیوں اس غریب پہ تہمت لگاتے ہو؟"

سالم کہنے لگے۔ "خدا کی قسم مَیں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ عبد اللہ بن عمرو بھی سخت حیران۔ آخر انہوں نے اشعب سے کہا کہ اصل واقعہ بتا دو۔ مَیں ہرگز بُرا نہیں مانوں گا۔

اشعب کہنے لگا کہ سالم نے بات تو سچی کہی ہے۔ پھر تمام قصہ سُنایا ــــ سب ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے۔ ✦

ایک دلچسپ مجلس

یہ دسمبر کی ایک شام تھی، مجلس سلطان القلم اور مجلس اُردو ہوسٹل جامعہ احمدیہ نے ربوہ کے مدیران جرائد میں سے مکرم شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل، مکرم پروفیسر رفیق احمد صاحب ثاقب ایڈیٹر تشحیذ الاذہان اور مکرم محمد شفیق صاحب قیصر ایڈیٹر خالد کو شام کے کھانے پر بلایا ہوا تھا۔ کھانے کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے مگر مغرب کی نماز تک کوئی مہمان ہوسٹل میں داخل ہوتا نظر نہ آیا۔ نگاہیں مہمانوں کو ہوسٹل کی چاردیواری میں تلاش کرتیں مگر ہر بار ہوسٹل کے دروازہ سے مایوس ہو کر لوٹ آتیں۔ یہاں تک کہ مغرب کی نماز شروع ہو گئی۔

جب ہم نے سلام پھیرا تو اگلی صف میں "خالد" کے ایڈیٹر مکرم محمد شفیق صاحب قیصر نظر آئے" لیکن تشحیذ کے ایڈیٹر صاحب اور الفضل کے نائب ایڈیٹر صاحب کہاں ہیں؟" میں نے خود سے سوال کیا اور پھر میری نگاہیں پچھلی صفوں میں انہیں تلاش کرنے لگیں۔

"ارے ثاقب صاحب تو آ چکے ہیں" میں نے بے ساختہ کہا۔ "اب صرف ایڈیٹر "فضل" کا انتظار ہے" میں نے اپنے آپ کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ الفضل کے نائب ایڈیٹر صاحب مکرم شیخ خورشید احمد صاحب بھی تشریف لے آئے ہیں۔

جب کھانا دسترخوان پر لگ چکا تو مع[illegible] مہمانوں کو کھانے کے کمرہ میں بٹھایا گیا۔ مرزا منصور[illegible] صاحب (زعیم صاحب ہوسٹل جامعہ) کو دیکھتے ہی محتر[illegible] ثاقب صاحب ایڈیٹر تشحیذ الاذہان کہنے لگے۔

"مرزا صاحب! کوئی دوائی دیجئے۔ میرا گلا خر[illegible] ہے۔ سنا ہے آپ ہومیو پیتھی میں بہت ماہر ہیں اور اپنے ہوسٹل کے "اکلوتے" "ڈاکٹر" ہیں"۔

"آپ کو گلے کی دوائی چاہیئے یا ہاضمہ کی؟" [illegible] صاحب نے فقرہ چست کیا اور کمرہ قہقہوں سے گونج اٹھا[illegible] الفضل کے نائب ایڈیٹر صاحب بولے "مرزا [illegible] دوائی تو مجھے بھی لینی ہے مگر کھانے کے بعد"۔

تھوڑی دیر بعد ہم کھانے کے کمرہ میں تھے ا[illegible] کھانے کی میز کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ درمیان [illegible] "الفضل" کے نائب ایڈیٹر صاحب تھے۔ ان کے بائیں [illegible] "خالد" کے اور دائیں "تشحیذ" کے ایڈیٹر صاحبان [illegible] تشحیذ کے ایڈیٹر صاحب کے ساتھ ہی دوسری جانب ہمار[illegible] استاد مکرم ملک مبارک احمد صاحب پروفیسر جامعہ احم[illegible] و ایڈیٹر البشریٰ تھے۔ اور میز کی دوسری جانب مجلس [illegible] اراکین تھے۔

"جیسا کہ آپ معزز مہمانوں کو معلوم ہے کہ [illegible]

مرزا صاحب نے لقمہ گلے سے اتارتے ہوئے کہنا شروع کیا "آج کی اس مجلس کا مقصد یہ ہے کہ ربوہ کے صحافیوں اور ہوسٹل جامعہ احمدیہ کے مضمون نگاروں کا آپس میں تعارف ہوجائے اور ساتھ ہی آپ صحافی حضرات ہمارے مضمون نگار خدام کو اپنی زرّیں ہدایات سے نوازیں۔" یہ کہہ کر مرزا صاحب نے مجلس کے تمام ممبروں کا مہمانوں سے تعارف کرایا۔

اس کے بعد ایڈیٹر صاحبان نے کھانے کو "Eclint" کرنے کے ساتھ ساتھ ہم کو مفید مشورے بھی دینے شروع کر دیئے۔

محترم شیخ صاحب نے فرمایا "مضمون نویسی کے لئے سب سے پہلا کام عنوان کا انتخاب ہے۔ اس کے بعد مضمون کے ذیلی عنوانات قائم کرنا۔"

محترم قیصر صاحب نے کہا "بے شمار عنوانات ہیں جن پر قلم اُٹھایا جاسکتا ہے۔ مثلاً قومی، ملکی یا مذہبی تہوار، ملک کی اہم خبریں، کھیل کی اہم خبریں، جلسہ سالانہ، جماعت کے مختلف شعبوں کا تعارف اور ان کا طریق کار، بڑی بڑی مذہبی یا سیاسی شخصیات کی برسیاں، مختلف علوم کا تعارف اور اسلامی اخلاقیات وغیرہ۔"

آپ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ "بعض مضامین ایسے ہوتے ہیں جن کے لکھنے میں صرف مشاہدہ کام آتا ہے اور بعض صرف مطالعہ کے ذریعہ ہی لکھے جاسکتے ہیں۔ اور کسی مضمون میں انٹرویو لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ انٹرویو کی صورت یہ ہوتی ہے کہ آپ اہم شخصیات سے مل کر ان سے ایسا مواد حاصل کریں جس سے آپ مضمون مرتب کر سکیں۔

"دراصل مضمون نگار کے لئے تیز قوتِ مشاہدہ کا مالک ہونا بہت ضروری ہے۔" شیخ صاحب نے کہنا شروع کیا "ہم ہر روز اپنے اردگرد میسیوں باتیں دیکھتے ہیں اور سینکڑوں چیزیں ہماری نظر سے گزرتی ہیں مگر ہم ان کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ اگر ہماری قوتِ مشاہدہ تیز ہو تو ہمیں بے شمار عنوانات مل سکتے ہیں۔ ایک امریکی مصنف کا قول ہے کہ سگریٹ کے ٹکڑے سے لے کر ہستی باری تعالیٰ تک مضامین لکھے جاسکتے ہیں، مگر شرط یہ ہے کہ آپ کی قوتِ مشاہدہ خاصی تیز ہو۔"

"جہاں تک بچوں کے لئے مضامین لکھنے کا تعلق ہے" تشحیذ کے ایڈیٹر صاحب نے جلدی سے گرم چائے کا گھونٹ حلق سے اُتار کر کہنا شروع کیا "بچوں کیلئے آسان زبان میں سادہ اور عام فہم مضامین لکھنے چاہئیں۔"

"میں آپ نوجوانوں کو ایک اور اہم موضوع کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔" محترم شیخ صاحب بولے ــــ "اور وہ ہے احمدی اور غیر احمدی تفسیر قرآن کا تقابلی مطالعہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے مقدس خلفاء نے الٰہی تائید اور آسمانی علوم کی برکت سے قرآن مجید کی ایسی اعلیٰ تفسیر کی ہے کہ قرآن مجید کا خوبصورت چہرہ غیر احمدی مفسرین کی تفسیروں کی بدنما چادر سے نکل آیا ہے۔ احمدی تفسیر قرآن لَا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی زندہ دلیل ہے۔ اگر آپ احمدی تفسیر کے ساتھ ساتھ دوسروں کی تفسیر بھی مضمون کی شکل میں شائع کر دیں تو مقابلہ اور موازنہ کے ذریعہ اپنے پرائے سب فیصلہ کرلیں گے کہ قرآن کا آسمانی علم کس کے پاس ہے۔"

ایڈیٹر خالد محمد شفیق صاحب قیصر نے بچوں کے لئے لکھے جانے والے مضامین کے بارہ میں بتایا کہ بچوں کو لکھنے کی عادت ڈالنی چاہیئے اور ان سے چھوٹے چھوٹے عناوین پر مضامین لکھوائیں اور بڑوں کے لئے یہ امر بڑا ضروری ہے کہ بچوں کے لئے جو مضامین لکھیں اُن میں بیان کردہ معلومات بالکل درست ہوں۔ غلط معلومات بچوں تک کسی صورت میں نہیں پہنچنی چاہئیں۔ کیونکہ بچے چھپے ہوئے مواد پر فوراً یقین کر لیتے ہیں اس لئے اُن کے لئے جو معلومات بہم پہنچائی جائیں۔ اُن کی صحت کے بارہ میں پُورا اطمینان کر لیا جائے۔

پھر آپ نے اس طرف بھی توجہ دلائی کہ قرآن کریم میں مختلف شخصیات کا ذکر ہے۔ ان کا تعارف کروایا جائے کہ قرآن کریم میں کس کس مقام پر ان کا ذکر ہے اور کس تسلسل میں ہے وغیرہ۔

اتنے میں نمازِ عشاء کا وقت ہو گیا۔ دُعا کے ساتھ ہی یہ دلچسپ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

(ملک محمد سلیم سیکرٹری مجلس "سلطان القلم"
ہوسٹل جامعہ احمدیہ۔ ربوہ)

"نادانی"

(مکرم مرزا محمد سلیم صاحب اختر مربی سلسلہ احمدیہ ملتان)

نفسِ امارہ کو مارا خوب قربانی ہوئی
خاکِ تیرہ میں فروزاں شمعِ نورانی ہوئی

وقف کر کے زندگی میں پا گیا رازِ حیات
زندگی میری مثالِ عشقِ لافانی ہوئی

کہہ دیا داناؤں نے میری جوانی دیکھ کر
خورد سالی میں یہ اختر تجھ سے نادانی ہوئی

وقف کرنا زندگی کا دینِ احمدؐ کے لئے
"یہ ہے نادانی تو سچ ہے مجھ سے نادانی ہوئی"

عقلِ انسانی کی رفعت پہ ہے حیرانی مجھے
کس قدر تائیدِ باطل میں ہے دیوانی ہوئی

دل تیرا ہے دامِ افرنگی کے حلقہ میں اسیر
اس لئے تجھ پہ مسلّط طمعِ نفسانی ہوئی

کاش پوچھے کوئی اِس کا فرادا مسلم سے یہ
جیفۂ دُنیا کی طالب کب مسلمانی ہوئی

اخترِ غافل عمل کا وقت ہے کچھ ہوش کر
آمدِ مہدی سے روشن رُوحِ قرآنی ہوئی

تعمیرِ ہال و دفتر خدام الاحمدیہ اور مجالس کی ذمہ داری

۱۔ سیدنا حضرت فضل عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کی تعمیل میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدام الاحمدیہ کا ایک وسیع ہال جس میں ہمارے جلسے، اجتماعات اور تربیتی کلاسز منعقد ہو سکیں گی تعمیر ہو چکا ہے۔ ہال کے ساتھ دفتر اور لائبریری بھی زیر تعمیر ہے۔ اِن تعمیرات کی تکمیل کے لئے ابھی تک ایک کثیر رقم کے اکٹھا کرنے کی ضرورت ہے۔ اندریں حالات فیصلہ کیا گیا ہے کہ امسال مجالس مجموعی طور پر بتیس ہزار روپے اکٹھا کریں۔ یہ رقم تین سو تیرہ کی سکیم کے علاوہ ہے۔ مرکز کی طرف سے ہر مجلس کے ذمہ چندہ تعمیرِ ہال و دفتر مقرر کر کے اطلاع دی جا چکی ہے اُمید ہے تمام مجالس کو ہمارا سرکلر مل چکا ہوگا۔ قائدین مجالس سے التماس ہے کہ اس رقم کو ایک معیّن پروگرام کے تحت وصول کر کے ہر ماہ مرکز کو ارسال فرمائیں۔

۲۔ وصولی کا ایک طریق یہ ہو سکتا ہے کہ ہر خادم سے چندہ مجلس کے ساتھ ہی ہر ماہ اُسکے بجٹ کا کم از کم $\frac{1}{4}$ حصہ وصول کر لیا جائے۔ اسکے علاوہ مقامی حالات کے پیش نظر وصولی کے دیگر ذرائع بھی استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔ وصول کردہ رقم بہر حال ہر ماہ مرکز میں بھجوانی ضروری ہے۔ (مہتمم مال مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

تفہیمات ربانیہ

محترم مولانا ابو العطاء صاحب جالندھری مدیر الفرقان و سابق مبلغ بلاد عربیہ کی اس لاجواب تصنیف میں ان تمام اعتراضات کا تفصیلی اور تسلی بخش جواب دیا گیا ہے جو مخالفین احمدیت کی طرف سے کئے جاتے ہیں۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کتاب کے متعلق فرمایا تھا:۔

"اس کا نام میں نے ہی تفہیمات ربانیہ رکھا ہے (طباعت سے پہلے) اسکا ایک حصہ میں نے پڑھا ہے جو بہت اچھا ہے۔ اس کتاب کے لئے کئی سال سے مطالبہ ہو رہا تھا۔ کئی دوستوں نے بتایا کہ عشرہ کاملہ میں ایسا مواد ہے کہ جس کا جواب ضروری ہے۔ اب خدا کے فضل سے اس کے جواب میں اعلیٰ لٹریچر تیار ہوا ہے۔ دوستوں کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور اس کی اشاعت کرنی چاہیئے"۔ (الفضل ۱۳ / جنوری ۱۹۳۱ء)

اس انتہائی مفید کتاب کا ہر احمدی گھرانہ میں موجود ہونا ضروری ہے۔ ضخامت سوا آٹھ صد صفحات۔ قیمت مجلد اعلیٰ سفید کاغذ گیارہ روپے۔ مجلد اخباری کاغذ آٹھ روپے۔ کتابت و طباعت عمدہ۔

ملنے کا پتہ:۔ شعبہ اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

"میدان عمل"

مکرم مولانا نسیم سیفی صاحب سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ اس کتاب کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

"کتاب تبلیغی لحاظ سے ماشاء اللہ بہت اچھی ہے اللہ تعالیٰ آپ کی اس کوشش میں برکت ڈالے، اور اسے بہتوں کی ہدایت کا موجب بنائے"۔

یہ کتاب دلچسپ علمی اور تبلیغی مضامین کا مجموعہ ہے۔ پونے دو سو صفحات کی کتاب قیمت صرف پچھتر پیسے۔۔۔ محصول ڈاک علاوہ!

"In defence of Pakistan"

مؤلفہ مولانا نسیم سیفی صاحب

اس کتاب کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"اس موضوع پر لکھنے کی بہت ضرورت تھی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور آپ کی اس کوشش کو ملک و ملت کے لئے بابرکت کرے۔ اس بات کا تو میں بھی شاہد ہوں کہ پاکستان کی نیک نامی اور اسکے مسائل سے ہمدردی کا اصل ذریعہ ہمارے مشن ہیں"۔

قیمت صرف:۔ پچھتر پیسے

ملنے کا پتہ: شعبہ اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

قائدین کرام توجہ فرمائیں!

مجلس شوریٰ خدام الاحمدیہ ۱۹۶۶ء کے موقعہ پر تمام ممبران مجلس شوریٰ نے بالاتفاق یہ ریزولیشن پاس کی کہ ہم رسالہ تشحیذ الاذہان کے خریداروں کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچائیں گے ـــــ لیکن افسوس ہے کہ [illegible] تک مجالس نے اس طرف پوری توجہ نہیں دی۔ حالانکہ اس طرف فوری توجہ دینی چاہیئے تھی۔ کیونکہ یہ بات [illegible] آپ ہی نے پاس کی تھی

سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ حضرت صاحبزادہ مرزا رفیع احمد صاحب کی یہ شدید خواہش [illegible] کہ تشحیذ الاذہان کی خریداری ۵ ہزار تک پہنچ جائے اور اس کا اظہار بھی آپ نے سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ ۱۹۶۶ء کے موقعہ پر اپنے خطاب میں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا :-

"دوسری خواہش.... تشحیذ الاذہان سے متعلق ہے۔ اطفال الاحمدیہ کی تربیت کے لئے میں اس کو نہایت ہی ضروری اور اہم چیز سمجھتا ہوں۔ مجلس مرکزیہ کی آمد کو بڑھانے کے لئے نہیں اپنے بچوں کی صحیح تربیت کے لئے ان کے دل میں خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت پیدا کرنے کے لئے کہ اسلام کتنی پیاری شے ہے اور قرآن کتنی بے بہا دولت ہے تشحیذ الاذہان کی ضرورت کو میں بڑی شدّت سے محسوس کرتا ہوں۔ میری یہ خواہش رہی ہے اور میں نے اس کے لئے کوشش بھی کی ہے..... میرا جی چاہتا ہے کہ اگر خدام کوشش کریں اور تشحیذ الاذہان کی خریداری کو کم از کم ۵ ہزار تک پہنچا دیں تو یہ ایک بڑا کارنامہ ہوگا اور جماعت کو اس سے بہت تقویت حاصل ہوگی۔"

(خالد۔ نومبر ۱۹۶۶ء)

پس میں تمام خدام سے اور خصوصاً قائدین کرام سے پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کرتے ہوئے تشحیذ الاذہان کے لئے زیادہ سے زیادہ خریدار پیدا کریں۔ خدا کے لئے احمدی بچوں کو اس رُوحانی غذا سے محروم نہ رکھیئے جو اس رسالہ کے ذریعہ انہیں مل رہی ہے۔ یہ رسالہ نہ صرف ہر احمدی گھر میں بلکہ ہر احمدی بچے کے پاس جانا چاہیئے۔ امید ہے تمام قائدین کرام اس مقصد کے لئے اپنی انتہائی کوشش کریں گے۔

(مہتمم اشاعت خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

REGD. No. L. 5830

Monthly **"Khalid"** Rabwah

Editor ; MUHAMMAD SHAFIQ QAISAR

ٹائٹل نصرت پریس ربوہ میں چھپا